پردہ کیا ہے

محمد افضل قادری مصباحی

اویسی بک سٹال

باہتمام شیخ محمد سرور اویسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

نادر علمی الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

اور جامعہ فیض العلوم جشید بہار

کے اساتذہ ارباب حل وعقدہ اور معاونین کے نام

ع نذرانہ خلوص ہمارا قبول ہو!

ہدیہ

والدین کریمین اور ان مسلمان مردوں اور عورتوں،

بالخصوص اسلام کے غیور بیٹوں اور بیٹیوں کی خدمت میں،

جو اسلامی اقتدار کی نگہبانی کا جذبہ رکھتے ہیں۔

غیرت کی نگاہوں میں یہ آنسو نہیں خوں ہے
گر پردۂ غفلت پہ ٹپک جائے تو جل جائے
حالات کی گردش نے چلائے ہیں جو مجھ پر
اے کاش وہ نشتر ترے احساس پہ چل جائے

بدر القادری

حرفِ اول

زیر نظر رسالہ کا مسودہ رَمضانُ المبارَک ۱۴۱۱ھ کی تعطیل میں مکمل ہو چکا تھا۔ ابتداءً ایک مختصر مقالے کی ترتیب کا ارادہ تھا مگر فیضانِ الٰہی سے یہ ایک رسالے کی صورت اختیار کر گیا۔ کتابوں کی عدم فراہمی اور مطالعے کی کمی، بہر حال کتاب میں آپ محسوس کریں گے، تاہم ایک محدود علم رکھنے والے سے جو کچھ ہو سکتا تھا، اس کی کوشش کی گئی ہے۔ زیر نظر موضوع پر بہت کچھ لکھا جانا چاہئے۔ اور بالغ نظر اہلِ قلم اس موضوع پر علم کے دریا بہا سکتے ہیں، تاہم مختصر وقت میں ضروری باتوں کے علم کیلئے شاید اس میں بہت کچھ مل جائے۔ حتیٰ الامکان مسائل اور حوالہ جات کی صحت کا التزام کیا گیا ہے، پھر بھی بشری تقاضوں سے خالی نہیں ہوں، میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کتاب کے مندرجات حرف بہ حرف پتھر کی لکیر ہیں۔ بلکہ اہلِ علم کی خدمت میں عرض ہے کہ علمی اور شرعی خامیاں نظر آئیں تو طعن و تشنیع، تجہیل و تحمیق کے بجائے رہنمائی فرما کر مشکور ہوں۔ تا کہ آئندہ کی اصلاح ہو سکے اور راقم کا حوصلہ پست نہ ہو۔

فقیہ عصر، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی اطال اللہ عمرہ کا میں بے حد شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مقالہ سنا اور اصلاح سے نوازا۔ اور ساتھ ہی تقریظ تحریر فرمائی۔ یہ ان کی اصاغر نوازی کی ادنیٰ مثال ہے۔ مگر راقم کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔

میرا ایسا کچھ ارادہ نہ تھا کہ یہ کتاب کی صورت میں آپ تک پہنچے گا۔ مگر بعض احباب مثلاً حضرت مولانا آل مصطفےٰ مصباحی جامعہ امجدیہ گھوسی، مولانا طیب علی رضا مصباحی جامعہ فاروقیہ بنارس، مولانا ارشاد احمد مصباحی سہرامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور مفتی امان الرب صاحب گلشن بغداد کے اصرار و تعاون سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کتابت کا مرحلہ خوشنویس مولانا محمد شمس الدین فیضی ہزاروی باغوی نے بڑے اخلاص سے طے کیا ہے۔ میں اِن حضرات کا اور المجمع العلمی کے ارکان و ممبران و معاونین کا بے حد شکر گذار ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

فقط والسلام

محمد انور نظامی مصباحی

کٹگھرا ۔ سودن ۔ ہزاری باغ (بہار)

۱۱/ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ ۔ ۳۰/ مئی ۱۹۹۶ء

مشیر کار

- حضرت مولانا مُشرف حسین مصباحی، مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ بکارو۔ تھرمل۔ بہار
- حضرت مولانا انوار احمد مصباحی، ٹیچر گریس ہائی اسکول۔ ہَری ہَر گنج اورنگ آباد۔ بہار

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا انور علی نظامی صاحب زید مجدہم کا یہ رسالہ جو عورتوں کے پردے کے بارے میں ہے، میں نے تقریباً پورا انھیں سے سنا بہت اہم اور مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بہت عام ہوتی جارہی ہے جو معاشرے کیلئے خطرناک ہے۔ اِس بے پردگی کے برے نتائج آئے دن سننے میں آتے ہیں۔ لیکن مردوں کی غیرت جیسے ختم ہوگئی کہ وہ اس کے روک تھام کیلئے کوئی مؤثر اقدام نہیں کرتے۔ حالانکہ معاشرے کو گندگی سے بچانے کیلئے یہ بہت ضروری ہے۔ اکبر اللہ آبادی نے کہا ہے ۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مَردوں کے پڑ گیا

اپنی غیرت سے متاثر ہو کر ایک بار اکبر نے یہ بھی کہا ۔

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں
انہیں پردہ نہیں آتا انہیں غصہ نہیں آتا!

اور سب سے خطرناک ایک رواج نیم دروں، نیم بروں والا چل پڑا ہے کہ کچھ پردہ نشین بننے والی خواتین برقع اوڑھ کر گھر سے نکلتی ہیں اپنے محلّہ اور بستی میں تو منھ چھپائے رکھتی ہیں۔ اور جہاں محلہ اور بستی سے باہر ہوئیں برقع میں لپٹی تو رہتی ہیں مگر منھ کھول دیتی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ جب منھ کھول کے گھومنا ہے تو برقع میں لپٹے رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ برقع بھی اُتار کر پھینک دیں۔ برقع میں لپٹے رہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں۔ جب منھ کھول ہی کے چلنا ہے تو برقع اوڑھے رہنے سے سوائے اس کے اور کیا مقصود ہوگا کہ یہ عورتیں اعلان کرنا چاہتی ہیں کہ ہم ہیں تو مسلمان عورتیں مگر غیرت اور حدودِ شرع کو پامال کر کے ترقی یافتہ ہوچکی ہیں۔

مولانا موصوف کی یہ کوشش اس ماحول میں قابلِ ستائش ہے، میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کی اس کتاب کو اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد شریف الحق امجدی

۸ / ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ۔ ۲۷/اپریل ۱۹۹۶ء

ابتدائیہ

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گا گِر کے اگر چور ہو گیا؟

مردوں کی ذِمہ داریاں

یہ سلگتا ہوا معاشرہ، یہ سسکتی انسانیت، یہ نیلام ہوتا ہوا ناموس، تار تار عصمتیں بدکاریوں کے پھیلتے جراثیم، شراب وشباب کی متوالی دنیا، حلت و حرمت میں عدم تفریق، آوارگی و بے پردگی، بے غیرتی و بے حیائی۔ سب جہنم کے راستے کے حسین وخوبصورت سنگ میل ہیں۔ جن میں ظاہری چمک دمک، زینت و آرائش اور اعلیٰ طمطراق ہے۔ یہ نئی تہذیب کی نیرنگیاں، شداد کی جنت اور دجّال کے مکر و فریب سے کم نہیں۔ ظاہر میں حسین و جمیل ، مگر باطن گناہوں میں ڈوبی ہوئی راتیں بدکاریوں کی گہری کھائیاں، بلکہ جہنم کے دہکتے شعلوں میں لے جانے والے اسباب اس میں پوشیدہ ہیں جہنم کے ایندھن دُنیاوی لکڑیاں، پٹرول اور کوئلہ نہیں بلکہ انسان ہیں انسان!

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۚ (پ۱۔ سورۃ البقرۃ: ۲۴)

بچو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

اس جہنم سے اپنے گھر، خاندان اور معاشرہ کو بچاؤ اور خود بھی بچو۔ ہاں! یہ تمہارے اوپر واجب ہے۔ تمہارے لئے، اہلِ خانہ کیلئے، خاندان کیلئے اس میں دنیوی واُخروی مفاد پوشیدہ ہے۔ ورنہ عذابِ الٰہی کسی بھی صورت نازل ہو سکتی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا (پ۲۸۔ سورۃ التحریم: ۶)

اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ۔

جواب دینا ہوگا

دُنیا چند روزہ ہے، اس کی رعنائیاں دو دِن کی ہیں، چار دن کی چاندنی پر اترانا عقلمندوں کا کام نہیں، قیامت آنے والی ہے، تمہیں اپنے اہل و عیال کا نگہبان اور حاکم بنایا گیا ہے۔ اگر اہلِ خانہ میں فساد آگیا تو اس کا جواب تمہیں دینا پڑے گا۔ ہاں! خدا نے مَردوں کو حاکم بنایا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَى النِّسَآءِ (پ۵۔ سورۃ النساء: ۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

اور حاکم کو اپنی حکومت کا حساب دینا ہو گا۔ تمہارے زیر تربیت افراد کیوں آوارہ ہو گئے؟

کُلُّكُم رَاعٍ وَ کُلُّکُم مسئُوْلٍ عَنۡهُ

تم میں کا ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص اپنی حکومت کا جوابدار ہے۔

تمہارے گھر کی خواتین آوارگی اور بے حجابی اختیار کرتی ہیں اور تم انہیں سختی سے منع نہیں کرتے تو تمہیں بھی اس کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اور ان خواتین پر فِسق وفجور اور آوارگی کا حکم لگے گا تو تم پر بے غیرت، دَیوث (بھڑوا) اور فاسق وفاجر ہونے کا حکم صادر ہوگا۔ بے پردگی کے وَبال میں جہاں انہیں سزا بھگتنی ہوگی وہیں عدمِ ممانعت کا وبال تم پر بھی آئے گا۔ کیونکہ تمہیں حاکم بنایا گیا ہے۔

یہ عجیب سماں ہے کہ جن کو حاکم بنایا گیا وہ محکوموں کے تابع فرمان ہوئے جاتے ہیں، وہ کیا اپنی بات ان سے منوائیں گے، خود ان کے آگے سرِ تسلیم خم کیے بیٹھے ہیں ۔

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے ؏

اے اسلام کی شہزادیو! اسلام کے یہ جانفزا پیغامات تمہارے لئے ہیں تمہیں اپنی عزت کا اتنا خیال نہیں جتنا تمہاری عفت وپاکدامنی کی پاسداری مذہبِ اسلام نے کی ہے۔ بھلا بتاؤ جس اسلام نے تمہیں قعرِ مذلّت سے نکال کر عزت وحرمت کی بلند ترین چوٹی پر کھڑا کردیا۔ تمہیں ہر طرح کی مراعات سے نوازا، پیدائش سے لے کر نکاح اور دیگر اُمور میں مردوں کی طرح اختیار دیا تمہیں ان کی طرح مال ودولت میں حصہ دار ٹھہرایا۔ غور کرو تمہاری حیثیت ایک غلام سے زیادہ نہ تھی۔ دنیا نے تمہیں ٹھکرادیا تھا۔ تمہارے پژمردہ رُخسار پر تازگی کا غازہ کس نے ملا۔ تمہارا کھویا ہوا وقار کہاں سے واپس ملا؟ تمہیں اسلام نے بلند کیا۔ دنیا نے تمہیں شر وفساد کا گہوارہ قرار دے رکھا تھا۔ اسلام نے تمہیں امن وآشتی اور سکون وقرار کا مرجع بنادیا۔ تمہارا وجود دنیا کیلئے جہنم تصوّر کیا گیا تھا۔ اسلام نے تمہارے قدموں تلے جنت رکھ دیا۔

مگر تم ہو کہ پھر اسی دنیا، اسی تہذیب اور اسی ظاہر پرستی پر جان دے رہی ہو۔ یہ دنیا تمہیں تمہارا حق نہیں دِلا سکتی۔ اپنے حقوق کی تلاش ہے تو اسلام کے دامن میں رہو۔ جس نے تمہیں عزت ووقار دیا، وہی تمہارے حقوق کی پاسداری کرے گا۔

اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ تم کو خدا نے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا ہے، پھر تمہاری یہ شان نہیں ہونی چاہئے کہ ایمان کے دشمنوں کی سنو، وہ اسلام کے اور اسلامی روایات کے دشمن ہیں۔ ترقی کے نام پر تمہارا جوہر عفت وعصمت بلکہ دولتِ ایمان چھین رہے ہیں۔ خدارا اپنی حیثیت کو پہچانو۔ اور معاشرہ میں ایسا اِنقلاب پیدا کرو کہ دنیا کہہ اُٹھے کہ یہ وہی اسلام کی سرفروش خواتین ہیں جنہوں نے کبھی تاریخ کو خالد وبوعبیدہ، طارق ومحمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہد، غزالی ورازی جیسے صاحبِ علم اور غوث وخواجہ جیسے روحانی پیشوا عطا کیا تھا۔

تمہارے سر پر یہ آنچل بہت ہی خوب ہے لیکن
تم اس آنچل سے اِک پرچم بنالیتیں تو اچھا تھا

کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ مغربی طرز روش، آزادانہ زندگی، بے پردگی، دُنیوی تعلیم، کار خانوں، تعلیم گاہوں، آفسوں اور سیاست کے اسٹیج پر آکر کسی عورت نے نیک نامی حاصل کی ہے؟ کیا دنیا نے اسے اچھا جانا ہے؟؟ خبر نہیں کہ ایسی خواتین معزز معاشرے میں کتنی گری ہوئی تصور کی جاتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ چند نظر فروش اور بندگانِ نفس کے تعریفی جملوں اور ان کے داد و تحسین سے وقتی طور پر انھیں اپنی کامیابی اور سرخروئی کا احساس ہوتا ہے۔ مگر غور کرو تو وہی لوگ اسے غائبانہ کس نام اور کن القابات سے یاد کرتے ہیں۔ ؎

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

تمہارے دین میں کس چیز کی کمی ہے، تمہاری اسلامی تہذیب میں ہر خوبی موجود ہے۔ حقوق و مراعات، عزت و عظمت، محبت و اُلفت، علم و عمل کے پاکیزہ اور خوش رنگ پھول جن کی عطر بیزیوں سے سارا جہان مہک رہا ہے۔ اس کی بھینی بھینی خوشبوئیں آج بھی اقوام عالم کا مرکز توجہ بنی ہوئی ہیں۔ ہم کسی تہذیب و تمدّن کے دست نگر نہیں۔ ہماری تہذیب سے دنیا نے جینے کے انداز سیکھے ہیں۔ ایک مسلمان کی شان یہ نہیں کہ اپنی خوبیوں کے بجائے دوسرے کی خامیوں کو اپنائیں۔

بر خود نظر کشا! ز تہی دامنی مرنج
در سینۂ تو ماہِ تمامے نہادہ اند

اگر ہمارے دل میں ایمان وایقان کی دولت ہے تو ہمارے روز و شب اس آیت کی تفسیر بن سکتے ہیں:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (پ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۳۶)

کسی مسلمان مرد اور عورت کی یہ شان نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملے کا فیصلہ فرمادیں پھر بھی ان کو اپنے معاملے کا اختیار باقی رہے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلا ہوا گمراہ ہوگیا۔

اسلامی احکامات تمہاری سلامتی و بقا اور حریت و آزادی کے پاسبان ہیں۔ ذرا ان کا مطالعہ کرو اور ان کے سانچے میں زندگی کے صبح و مسا کو ڈھال دو، تو ماتھے کی آنکھوں سے دنیا ہی میں جنت کا نمونہ دیکھ لوگی۔ ؎

حالات کی گردش نے چلائے ہیں جو مجھ پر
اے کاش! وہ نشتر ترے احساس پہ چل جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کا فلسفۂ پردہ

اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا معاشرہ ستر و حجاب کے تصور سے یکسر خالی نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عُریانیت و فحاشی کے وافر مواد اُس تہذیب میں نمایاں نظر آتے ہیں جیسے قرآن نے "تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ" سے تعبیر کیا ہے۔ نمائشِ حسن، اظہارِ زینت، نزاکت و ادا شخصی و اجتماعی مجلسوں میں عام تھے۔ خواتین ایسے لباس پہنتیں کہ گلا اور سینے کا پردہ نہیں ہوپاتا۔ دوپٹے کا استعمال تھا، تاہم سروں پر ڈال کر اس کے دونوں سرے پشت کی جانب لٹکادیئے جاتے۔ وسیع گریبانوں کے ذریعے سے بے پردگی کا مظاہرہ ہوتا رہتا تھا۔

زیوروں کی جھنکار اور بھڑکیلے خوشبوؤں سے گرد و پیش کو اپنی جانب متوجہ کرنا، نخوت و غرور سے اِترا کر چلنا اور مردوں کی نگاہوں کیلئے اپنی ذات میں ہر طرح کی کشش پیدا کرنے کی کوشش معیوب نہیں سمجھی جاتی، جس کی وجہ سے بدکاری فحاشی اور زِنا کاری جیسے جراثیم معاشرۂ انسانی کو تباہ و برباد کر رہے تھے۔ الغرض ہر وہ ناز و انداز جس میں صنفِ مخالف کیلئے کشش کا باعث ہو عورتیں اپنانے میں عار محسوس نہیں کرتی تھیں۔

مذہبِ اسلام

جس کا مقصد ایک پاکیزہ اور معتدل معاشرہ کی تشکیل کرنا ہے۔ وہ جہاں باطنی طہارت کیلئے عبادت کا نظریہ پیش کرتا ہے وہیں ظلم و زیادتی، اخلاقی پستی اور معاشرے کے دیگر مہلک جراثیم کے خاتمے کا اصول بھی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک جانب زِنا و بدکاری کے مجرمین کے خلاف حدود و تعزیرات مقرر کیے گئے تاکہ مجرم پھر کبھی اِس برائی کا تصور بھی نہ کرسکے۔ تو دوسری جانب ان برائیوں کے اِنسداد کیلئے ہر اُس چور دروازے کو بھی بند کیا ہے جس سے اس ناسور کے داخل ہونے کا امکان تھا۔

بدکرداری و فحش آلودگیوں سے معاشرے کو پاک کرنے کیلئے اسلام نے دو طرح کے اِقدامات کئے:۔

۱۔ جرائم اور بدکاری کی پیش بندی اور عزت و ناموس کے تحفظ کیلئے پردہ کا اہتمام۔

۲۔ ارتکابِ جرائم کے بعد مستقبل میں اس کی اصلاح اور غیروں کی عبرت کیلئے حدود اور سزاؤں کا نفاذ۔

سردست میرا موضوع پہلی صورت ہے جس کا بنیادی مقصد معاشرے کو جرائم سے پاک کرکے عزت و ناموس کا تحفظ ہے۔

پردہ کی مخالفت کے اسباب

آج کل چند غلط فہمیوں، جہالتوں یا خود غرضیوں کی وجہ سے پردے کی مخالفت کی جارہی ہے۔ خصوصاً تہذیبِ جدید کے پرستاروں نے تو پردے کی صورت ہی مسخ کرڈالی ہے۔ اور اُس کو خواتین کی حق تلفی، بے عزتی، اسیری اور ان پر ظلم سے تعبیر کیا ہے اور اعتراضات کیے جارہے ہیں جو کچھ اس قسم کے ہیں:۔

۱۔ پردہ عورت کی آزادی کا دشمن ہے۔ اور اس کی فطری صلاحتیوں کی نشوونما میں حائل ہے۔

۲۔ پردہ عورتوں کی غلامانہ ذِلت اور ان کی حق تلفی ہے۔

یہ اور اس قسم کے اعتراضات کرنے والے ذرا سی عقل اور غور و فکر سے کام لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان اعتراضات کا اسلامی نظریۂ پردہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

آزادیٔ نسواں!

اسلامی پردہ کا مقصد نہ تو خواتین کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا ہے نہ ہی ان کی فطری صلاحیتوں کا استیصال اِس کا مطمعِ نظر ہے بلکہ اسلامی پردہ عورتوں کو عزت و عظمت اور تحفظ و عصمت کی دولتِ بے بہا سے نوازتا ہے۔ پردہ کا مقصد ان کے حُسن و جمال اور عِفّت و عِصمت کی انمول دولت کو حریص نظروں سے بچاتا ہے۔

عورت کا سراپا زیبائش و آرائش، نزاکت و رعنائی اور کشش و جاذبیت کا مجسمہ ہے۔ اس کے رگ و پے میں دِلوں کو تسخیر اور نگاہوں کو اسیر کرنے والے عناصر کی فراوانی ہے۔ لیکن مذہبِ اسلام میں ہوس رانی و لذت اندوزی کی کھلی آزادی نہیں، بلکہ اس کا دائرہ شرعی بیویوں اور باندیوں میں محدود کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا بیویوں کے سوا اَجنبی عورتیں کسی کے قلبی ہیجان کا سبب نہ بنیں۔ اس کیلئے قلب و نظر کی حد بندی اور حسن و جمال کو چھپانا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کا احترام باقی رہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب خواتین کے پیکرِ دلکش کو چھپا کر رکھا جائے۔

اسی طرح عورتوں میں خود نمائی کا جذبہ قدرتی طور پر وافر مقدار میں پایا جاتا ہے اسی لئے انہیں اس کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت و آرائش اور حسن و جمال کو اجنبیوں سے پوشیدہ رکھیں۔ مبادا اپنی خود نمائی و ستائش پسندی کے دامِ فریب میں پھنس کر اپنی عصمت کی انمول دولت نہ گنوا بیٹھیں۔

اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ عورتیں مفلوج ہو کر رہ جائیں۔ اور اپنی شرعی و طبعی ہر طرح کی ضرورتوں کا جنازہ نکال دیں اور ساری دنیا سے علیحدہ گوشہ نشین بن جائیں۔ اسلام میں اس کی اجازت ہے کہ عورت اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے اعضائے بدن کو دبیز کپڑے میں ڈھک کر گھر سے نکل سکتی ہے۔ ان کی فطری صلاحیتوں کی تکمیل کیلئے علوم دینیہ کی تحصیل فرض قرار دی گئی۔ دستکاری اُمور خانہ داری اور بچوں کی تربیت و پرداخت کے اصول و ضوابط سیکھنے کی، غرض یہ کہ ہر جائز طریقے سے ان کی فطری صلاحیتوں کو کارآمد بنانے پر زور دیا گیا، اور پردہ اس میں کسی طرح بھی مانع نہیں۔

البتہ اسلام اس کی چھوٹ نہیں دیتا کہ عُریاں، نیم عریاں، یا باریک لباس میں ملبوس سولہ سنگار کرکے بھڑکیلے خوشبوؤں میں بس کر مٹکتی، اتراتی شاہراہوں، بازاروں، کلبوں اور پارکوں میں اپنے حسن کی نمائش کرتی پھریں۔ اور اوباش نظروں کا نشانہ بنیں۔ اسلامی پردہ عورتوں کی آزادی ختم نہیں کرتا مگر ان کو شرم و حیاء سے بھی آزاد نہیں دیکھنا چاہتا۔

درحقیقت "آزادیٔ نسواں" کا نعرہ لگانے والے بندگانِ نفس عورتوں کے خیر خواہ نہیں، بلکہ بدخواہ ہیں۔ وہ ان کی عزت و عصمت، طہارت و پاکیزگی اور نسوانی وقار کے دشمن ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ قلب و نظر کی تسکین کیلئے اپنے گھروں تک ہی محدود نہ رہنا پڑے۔ بلکہ گلیوں سے لے کر بازاروں تک اور ہوٹلوں سے آفسوں تک انہیں ہوس رانی کی کھلی چھوٹ ہو اور کردار و عمل کی دنیا کو جرائم کدہ بنانے میں کوئی شئے مانع نہ بنے۔

پردہ عزت ہے ذلت نہیں

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ "پردہ عورتوں کی ذِلت ہے" حالانکہ یہ کتنی بڑی جہالت ہے۔ پردہ تو عورت کا احترام ہے، پردہ عورت کی عزت و عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ قیمتی جواہرات کو صندوق میں بند رکھنا، قرآن عظیم کو جزدان میں چھپانا، کعبے پر غلاف کا پردہ ڈالنا عظمت و بزرگی اور حُرمت و عزت کا اظہار ہے۔ پردہ کو ذِلت سے تعبیر کرنے والے عقل و شعور، حکمت و دانائی اور حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ کیا کعبہ کا غلاف، قرآنِ پاک کا جزدان اور مزاراتِ اولیاء کی چادریں اُن کی ذلت و رُسوائی کا باعث ہیں؟؟؟؟

اے اسلام کی غیرت مند شہزادیو! یہ دنیادار نام نہاد ترقی کا دھوکہ دے کر ہم سے ہمارا اسلامی لباس، ہماری مذہبی علامت اور ہمارا دینی وقار چھین کر مغرب کا غلام بنا دینا چاہتے ہیں اور اسلام کی بیٹیوں سے اُن کا نسوانی اعزاز سَلب کر لینا چاہتے ہیں، جو کبھی خاتونِ جنت، صحابیات اور متبرک خواتین کی پاک زِندگیوں میں نظر آتا ہے۔

پردہ کو حق تلفی سے تعبیر کرنے والوں کی اگر یہ مراد ہے کہ عورتوں کا حق ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے بدن کی نمائش کریں جیسے چاہیں جہاں چاہیں جائیں تو یہ سراسر غلط ہے۔ عورتوں کا حق یہ نہیں کہ اپنے جسم کی نمائش کرنے کیلئے آزاد ہوں، ہر جائز و ناجائز جگہ جانے کی مجاز ہوں کہ پردے سے اُن کے یہ حقوق ختم ہو جائیں۔ بلکہ ان کا حق تو یہ ہے کہ اپنے جسم کی نگہداشت اور اس کے ستر و حجاب کا اہتمام کریں۔ اُن کا حق یہ ہے کہ ان کے بدن کے نازک حصوں پر غیروں کی بے باک نگاہیں نہ پڑیں اور اسلامی پردہ ان کے ان حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے نہ کہ اُن کی حق تلفی کرتا ہے۔ اُن کی حق تلفی بے حجاب اور آزاد معاشرہ کر رہا ہے جہاں حقوق کے نام پر ان کے فطری حقوق حقوقِ حیاء داری و ستر پوشی پر ڈاکہ زنی کی جا رہی ہے۔ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش کھڑا کر کے ان کے اندر سے شفقتِ مادری اور ممتا کی لازوال دولت چھیننے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔

ع   ہم الزام اُن کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

بے پردگی کی تباہ کاریاں

فحاشی اور عریانیت سے ہمکنار جدید تہذیب کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس نام نہاد ترقی میں ترقیوں کے در پردہ انسانی شرافت کی ایسی تنزلی ہوتی ہے کہ زِنا، اِغوا اور قتل جیسی وارداتوں کی تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ جن ممالک میں بے پردگی ایک فیشن اور عام رواج ہو گئی ہے، وہاں عصمت و عفّت نام کی کوئی شئے شاید ہی موجود ہو۔ کنوارے ماں باپ ناجائز اولاد کی کثرت اور جنسی اِختلاط کے سبب پیدا شدہ مہلک اَمراض نے ڈاکٹروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہاں کے اسکولوں اور کالجوں میں طلبہ و طالبات کو مانع حمل کے طریقے سکھا دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ روزنامہ "قومی تنظیم" پٹنہ، جلد ۳۶/ شمارہ ۱۴۶۔ اتوار ۳۱/ مئی ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں صفحہ ۳ پر شائع ایک رپورٹ کا یہ حصہ ملاحظہ ہو:

"صحیح حالت حال ہی میں امریکہ میں ہوئے ایک فیڈرل سروے سے معلوم ہوا ہے جس کے مطابق اسکول میں پڑھنے والے امریکن ۷۵/ فیصد بچے سیکس کا مزہ چکھ چکے ہیں، ہر روز امریکہ کے سماج کو نئے دھکے لگتے ہیں۔ حال ہی میں نیو یارک میں ایک ہم جنس تنظیم نے یہ اعلان کیا کہ ایک لاکھ سے زیادہ مانع حمل سامان کھلے عام تقسیم کرے گی۔ آج امریکن اسکولوں میں حالت یہ ہے کہ بغیر کوئی سوال کئے اسکولی بچوں کو مانع حمل طریقے سکھائے جاتے ہیں۔"

ایرانی روزنامہ "اطلاعات" اپنے ۷-۹-۱۹۴۷، شمسی کے شمارہ میں "امریکی عورتیں جنسی حملوں کے زد پر" کے عنوان سے ایک رپورٹ میں لکھتا ہے:۔

"واشنگٹن ایسو سی ایٹڈ پریس امریکی حکومت کو اپنی رپورٹ کرنے والے تین محقق ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ امریکہ میں لاس اینجلس وہ مقام ہے جسے زِنا بالجبر کے واقعات میں اوّلیت حاصل ہے۔ اور اس سلسلے میں واشنگٹن تیرہویں درجہ پر آتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ واشنگٹن میں خواتین جنس پرستی کی زد میں نہیں ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اس شہر میں دوسرے شہروں کی نسبت عورتوں کو زیادہ تحفظ حاصل تھے۔ لاس اینجلس میں ہر ایک لاکھ افراد میں ۵۲ افراد زِنا بالجبر کے واقعہ سے دوچار ہوتے ہیں۔ جبکہ واشنگٹن میں اس کا تناسب ۷/۱۷ ہے۔ نیو یارک میں چھ ماہ کے عرصے میں آبروریزی کے تین ہزار ۳۰۰۰ واقعات پولیس کے ہاں درج کیے گئے ہیں۔ شکایات درج کرنے والوں میں چھ سال سے ۸۸ سال تک کی عمر کے افراد شامل ہیں، لیکن بیشتر شاکیوں کی عمر چودہ ۱۴ سال ہے۔ (اسلام میں مسئلہ حجاب، صفحہ ۳۲-۳۳)

یہ ترقی یافتہ دنیا کا اجمالی جائزہ تھا جو سرکاری ریکارڈ کے حوالے سے شائع ہوا ہے۔ یوں باہمی رضامندی سے تار تار عصمتوں کے اعداد و شمار کون بتا سکتا ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ روز و شب کتنی دوشیزائیں اپنی دوشیزگی کھوتی ہوں گی اور کتنی آزاد عورتیں غیروں کے بستروں کی زینت بنتی ہوں گی۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں کتنی راتیں گناہوں کے سمندر میں ڈوبتی ابھرتی ہوں گی! کیا یہ سب آزادی، عریانی اور بے پردگی کی دَین نہیں؟

دورِ جدید کا مؤرخ ٹوئنبی کہتا ہے، میں نے تاریخ کو پڑھا ہے اور پرکھا ہے، اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اقوامِ عالم اس وقت تباہ و برباد ہوئی ہیں جہاں کی عورتیں بے حجابانہ باہر نکلی ہیں۔ (موجِ خیال، صفحہ ۹۴)

مشہور مؤرخ پروفیسر جے ٹائن بی لکھتا ہے، تاریخ انسانی میں زوال کے اَدوار وہی تھے جبکہ عورت نے گھر کو خیر آباد کہہ دیا ہے۔ (موجِ خیال، صفحہ ۴۷)

بے پردگی کی عبرتناک سزا

دعوتِ اسلامی کے امیر مولانا محمد الیاس قادری کا بیان ہے کہ غالباً شعبانُ المعظم ۱۴۱۰ھ کا آخری جمعہ تھا، رات کو میں کورنگی (کراچی) کے ایک میدان میں منعقد دعوتِ اسلامی کے بہت بڑے اجتماع میں بیان کر رہا تھا، اس اجتماع میں ایک نوجوان جس پر خوف طاری تھا وہ بھی شریک تھا اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میرے ایک عزیز کی نوجوان بیٹی اچانک فوت ہو گئی۔ تدفین سے فارغ ہو کر لوٹے تو اس کے والد کو یاد آیا کہ میرا ایک ہینڈ بیگ جس میں اہم کاغذات تھے وہ قبر ہی میں لڑکی کے ساتھ دفن ہو گیا ہے۔ لہٰذا ہم نے نہایت غور و خوض کے بعد بیگ نکالنے کیلئے دوبارہ قبر کھودی۔ ابھی ہم نے قبر کو تھوڑا ہی کھولا تھا کہ خوف کے مارے ہماری چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ وہ دوشیزہ جسے ہم نے ابھی چار گھنٹے پہلے ٹھیک ٹھاک صاف ستھرے کفن میں لپیٹ کر دفن کیا تھا، وہ کفن پھاڑ کر اُٹھ بیٹھی تھی اور وہ بھی کمان کی طرح ٹیڑھی، آہ! اس کے بالوں سے اس کی ٹانگوں کو باندھ دیا گیا تھا اور کئی چھوٹے چھوٹے خوفناک جانور اس کو لپٹے ہوئے تھے۔ یہ دہشتناک منظر دیکھ کر ہماری گِھگھی بندھ گئی اور کاغذات کا ہینڈ بیگ نکالنے کی جراٴت نہ ہوئی، بس جوں توں مٹی ڈال کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر آکر میں نے اپنے عزیزوں سے دریافت کیا کہ آخر اس نوجوان لڑکی کا ایسا کیا جرم تھا؟ تو مجھے بتایا گیا کہ اور تو کوئی خاص جرم نہیں تھا بس یہی کہ یہ بھی عام لڑکیوں کی طرح بے پردگی کرتی تھی۔ ابھی انتقال سے چند روز پہلے رِشتہ داروں میں شادی تھی تو اس نے فیشن کے بال کٹوائے تھے اور بن سنور کر شادی میں شریک ہوئی تھی۔ (حجاز جدید، فروری ۹۲، ۴۶۔۴۷)

پردہ کے فوائد

پردہ میں اسلام نے جو طریقہ اور اس کی جو نوعیت اپنائی ہے اس میں بہت سے شخصی اور اجتماعی فوائد مضمر ہیں جس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔

❖ پردہ اعضائے جسم کی حفاظت اور اس کے رکھ رکھاؤ میں معاون ہوتا ہے۔ کیونکہ جسم کا جو حصہ کھلا رہتا ہے اس کی رنگت زائل ہو جاتی ہے اور اس میں تدریجاً سیاہی آنے لگتی ہے۔ مگر وہ حصے جو کپڑے میں چھپے رہتے ہیں ان کے حسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح عورت اگر اپنے سارے بدن جسے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے پردے میں رکھے تو اس کا حسن وجمال زائل ہونے کے بجائے دوبالا ہوتا رہے گا جو نسوانی تشخص کا ایک مثالی جوہر ہے۔ ہر عورت اپنے جمال و رعنائی کی حفاظت میں اپنی بے پناہ کوشش اور احتیاط سے کام لیتی ہے۔ عورتیں اگر اس راز کو سمجھتیں کہ ہمارا حُسن پردے سے محفوظ رہ سکتا ہے تو یقیناً وہ بے پردگی کیلئے محاذ آرائی نہ کرتیں۔

❖ پردہ چونکہ نسوانی حسن کو ماند پڑنے سے بچاتا ہے اس لئے وہ ساری رقم پس انداز کی جاسکتی ہے جو بے پردگی کے بعد اپنا حسن قائم رکھنے یا بڑھانے کی ناکام کوشش میں صَرف ہوتی ہے۔

حالانکہ اس مصنوعی حسن کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اصلی حسن پسینے کے قطروں سے نکھرتا ہے مگر مصنوعی حسن ان قطروں سے بکھر جاتا ہے۔

❖ پردہ ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اجتماعی زندگی کی ساری خرابیاں دور کرسکتا ہے۔ آج معاشرے میں جس قدر بدکاریاں اور بد اعمالیاں پھیلی ہوئی ہیں، اس کی جڑ یہی بے پردگی و بے حیائی ہے یہی وجہ ہے کہ تزکیۂ نفس، طہارتِ قلب اور اصلاحِ معاشرہ کیلئے حجاب کو اسلام نے اہم و ضروری قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ضروری اشیاء کے مانگنے میں بھی اس کا لحاظ کیا، اور اس کی یہ مصلحت بتائی:۔

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ

جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دِلوں کیلئے زیادہ صاف اور ستھرا طریقہ ہے۔

(پ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۵۳)

بے پردگی برائیوں کی جڑ ہے

آج جس قدر برائیوں، معاشرتی خرابیوں اور بدکاریوں کے سیاہ بادل معاشرۂ انسانی اور تمدنی زندگی پر چھائے ہوئے ہیں یہ سب بے پردگی اور فیشن زدہ عریانی کی دَین ہے۔

عورتوں کا بن سنور کر نکلنا، لباس و انداز سے بے حیائی کا مظاہرہ کرنا، مصنوعی خوشبوؤں کے دبیز پردوں میں فحاشی کا تعفن پھیلانا، فیشن ایبل انگریزی وضع کے چست و باریک لباس پہن کر گلیوں، بازاروں، ہوٹلوں، پارکوں، اسکولوں اور کالجوں میں آزاد و بے حجاب غیر محرموں کی باہوں میں باہیں ڈال کر گرد و پیش سے بے خبر نہ دُنیا سے شرم نہ خدا کا ڈر، عیاشی کی داد دینا۔ کیا یہی وہ اسباب اور ترقی پسند معاشرہ نہیں جس کی کوکھ سے فحاشی، عیاشی، بدکاری، عصمت فروشی اور بے حیائی جیسی انسانیت سوز اور سماج دشمن برائیوں نے جنم لیا ہے؟

ایسی ترقی کہ باپ اپنی بیٹی، بھائی اپنی بہن اور شوہر اپنی بیوی کی عزت کا لباس، حیا کا پردہ اور غیرت کا آنچل اپنی آنکھوں کے سامنے داغ دار اور چاک ہوتا ہوا دیکھ رہا ہے، بلکہ اپنے ہاتھوں برباد کر رہا ہے اور خود کو مہذّب و ترقی یافتہ اور دوسروں کو دقیانوسی خیالات کا حامل تصور کر رہا ہے۔

ترقی کے نام پر اس انسانیت سوز بے پردگی نے انسانی وقار پر ایسا شبخون مارا ہے کہ عفت و پاکدامنی جیسے الفاظ بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔

وہ قوم جس کی عزت و عظمت کی ضمانت قرآن کریم نے دی تھی، مغربی تہذیب و تمدُّن کے سیاہ بادل میں اپنی چمک کھو چکی ہے۔ "نئی روشنی" نے ان کی وہ ایمانی روح چھین لی ہے جو تہذیبِ حجازی نے انہیں امانت کے طور پر دیا تھا۔

گم ہوگیا مغرب کی سیہ بخت گھٹا میں

تہذیبِ حجازی کا درخشندہ ستارا

(بدر القادری)

اسلامی پردہ ہی ان برائیوں کا سد باب ہے

معاشرے کی ان برائیوں کا خاتمہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اسلامی طرزِ زندگی اپنائی جائے، اسلامی معاشرے کو گلے سے لگایا جائے۔ اور ستر و حجاب کا ایسا التزام کر لیا جائے جیسا اسلام کا نظریہ ہے۔ کیونکہ جب حسن و جمال، زینت و آرائش اسلامی پردے کا آنچل اپنے چہروں پر ڈال لیں گی تو نہ حسن کی نمائش ہو گی نہ بندگانِ نفس معاشرے کو پراگندہ کر سکیں گے۔ نہ صنفِ نازک بے پردہ نکلے گی، نہ دشمنِ انسان شیطان کو فتنہ پروری کا موقع نصیب ہو گا۔

پردہ پاکیزگیٔ قلب کا سامان ہے

پردہ نسوانی وقار کا محافظ، طہارتِ قلب کا داعی اور قلبی ہیجان کا سدِّباب بھی ہے کیونکہ یہ بات فطری ہے کہ جب کسی مرد کی نگاہ عورت کے محاسن، زینت و آرائش اور حسن وجمال پر پڑتی ہے تو اس کی جاذبیت اس کے ذہن ودل پر اپنا اثر ضرور چھوڑ جاتی ہے۔ یونہی عورت جسے حدیثِ صحیح میں نازک شیشیوں سے تعبیر کیا گیا ہے اپنے جنسِ مقابل کے وجود سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور تھوڑی سی بے احتیاطی سے یہ نازک شیشیاں چکنا چور ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اجنبیوں کے درمیان پردے کی دیوار حائل رہے۔ حتی کہ کوئی ضروری بات بھی کرنی ہو تو پردے سے۔ قرآن کا ارشاد ہے:۔

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّؕ

اور اگر تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ اس میں تمہارے اور اُن کے دلوں کی زیادہ طہارت اور پاکیزگی ہے۔

(پ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۵۳)

مسلمانو! مغربی طرز کی اندھی تقلید نے تمہیں بے راہ روی کے کس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے کہ نہ عزت وناموس کا خیال، نہ ماں باپ کا پاس، نہ دنیا سے شرم، نہ خدا اور رسول کا ڈر۔ آؤ اسلام کے اِن اصولوں کو دیکھو۔ اللہ ورسول نے تمہارے عزو وقار، اخلاق وکردار اور عظمت وحرمت کا کتنا خیال رکھا ہے اور کیسے کیسے حفاظتی انتظامات فرما دیا ہے۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں انگریزی تہذیب نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ چاہئے رسولِ ہاشمی کی پاک تہذیب کی موجودگی میں ہمیں کسی نئی تہذیب کی ضرورت نہیں۔ ہمیں یہ نہیں دیکھنا ہے کہ زمانہ کا تقاضا کیا ہے، ہمیں تو اس کا خیال رکھنا ہے کہ خدا اور رسول کا حکم کیا ہے۔ دنیا کہاں جا رہی ہے ہمیں اس سے کیا غرض ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

اللہ جل جلالہ ورسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کے آگے کسی سوسائٹی کو خاطر میں لانا مومن کی شان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْؕ
وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًاؕ (پ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۳۶)

مسلمان مرد وعورت کیلئے روا نہیں کہ جب اللہ ورسول کسی معاملے کا فیصلہ فرما دیں تو اس میں ان کا اختیار باقی رہے۔ اور جو اللہ اور رسول کا نافرمان ہے وہ کھلا گمراہ ہے۔

پردہ کی وضاحت

پردہ سے متعلق جس قدر بھی غلط فہمیاں ہیں کہ یہ عورت کو قید و بند کی مصیبت میں گرفتار کرتا ہے اور معاشرتی و تمدنی زندگی میں برابری کا حق نہ دینے کے مترادف ہے۔ وہ سارے الزامات اسلامی پردہ کی وضاحت اور اس کی تشریح سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ چنانچہ اسلامی پردے کی تفصیل قرآن مقدس میں یوں ہے:۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (پ۱۸۔ سورۃ النور: ۳۱)

اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (چہرہ اور ہتھیلیاں) خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنی گریبانوں پر ڈالی رہیں۔

اور چند آیات کے بعد ارشاد ہے:۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ
جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ۱۸۔ سورۃ النور:۳۱)

اور زمین پر پاؤں نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگار معلوم ہو جائے اور سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔
اے مسلمانو! اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ۔

اِن آیات سے واضح ہو گیا کہ اسلامی پردہ نہ تو عورت کیلئے قید و بند ہے نہ ہی اس کی ذلت کا سبب۔ بلکہ اسلام پردہ کے ذریعہ عورت کے محاسن، اس کی زینت و آرائش، جس سے فتنے کا اندیشہ ہے اور پاؤں سے لے کر سر تک جو بھی مواضع زینت و آرائش ہیں، اس کی بر سر عام نمائش اور زمین پر پاؤں مار کر چلنے سے روکتا ہے جس سے زیوروں کی جھنکار سی ادا پیدا ہو۔

چنانچہ شریعتِ مطہرہ میں عورتوں کیلئے سر کے بالوں کا کوئی حصہ، بازو، کلائی، گلے سے پاؤں کے ٹخنوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ غیر محرموں اور کافرہ عورت کے سامنے کھلا رکھنا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف آخر، صفحہ ۱۲۹)

پردہ کم سے کم کس قدر ؟

دبیز اور گھیر دار کپڑے پہنے، سر سے پاؤں تک جسم ڈھا کے نکلے کہ منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں کے سوا، بال، گلا، بازو، کلائی، پیٹ، پنڈلی کچھ ظاہر نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ظاہر کر کے نکلتی ہیں تو وہ عورتیں فاسقہ اور ان کے مرد دَیوث ہیں۔ ایسے لوگوں سے بچنا چاہیئے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف اوّل، صفحہ ۲۲۴)

نقاب

اگرچہ عورت کا چہرہ ستر عورت میں داخل نہیں مگر جب ضرورتاً باہر نکلنا ہو تو چہرے پر پردہ ڈال لینا ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی ازواج، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنے چہرے پر چادر ڈالی رہیں۔ اس سے وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ایذا نہیں دی جائے گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کن لوگوں سے پردہ فرض ہے ؟

اس کا ضابطۂ کلیہ یہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب۔ اگر کرے گی گنہگار ہوگی اور محارم غیر نسبی جیسے سسرالی رشتے دار (شوہر کے اصول و فروع) اور دودھ کے رشتے، اِن سے پردہ کرنا نہ کرنا دونوں جائز لیکن حالت اور مصلحت کا لحاظ ہوگا، جہاں اندیشۂ فتنہ ہو وہاں پردہ واجب ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف آخر، صفحہ ۱۲۹)

چنانچہ قرآن میں اس کی تفصیل یوں ہے:۔

وَ لَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (پ۱۸۔ سورۃ النور:۳۱)

اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہر یا اپنے باپ دادا یا شوہر کے باپ دادا یا اپنے بیٹوں یا شوہر کے بیٹوں (جو دوسری بیوی سے ہوں) یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں اور بہن کے بیٹوں یا اپنے مذہب کی عورتوں یا اپنی نوکرانیوں جو ملکیت میں ہوں یا ان بچوں پر جنہیں عورت کی شرم کی چیزوں کی خبر نہ ہو۔

یوں ہی دودھ کے رشتے، مثلاً رضاعی باپ، بھائی وغیرہ کے سوا تمام نامحرموں یعنی جن سے عورت کا نکاح جائز ہے مثلاً دیور، جیٹھ، بہنوئی، خالو، پھوپھا اور خالہ زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، چچازاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، دور کے رشتے کے چچا دادا وغیرہ سب نامحرم ہیں۔ ان سے پردہ فرض ہے خصوصاً ان لوگوں سے جن سے فتنے کا زیادہ اندیشہ ہو جیسے بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ کہ حدیث میں آیا ہے:۔

اَلْحَمُوُ الْمَوْتُ دیور، جیٹھ موت ہے۔

یقیناً اسلام کے حدود سے تجاوز کر کے ان محارم سے بے پردہ اختلاط کی وجہ سے آج ایسے ایسے دل خراش واقعات رونما ہو رہے ہیں جس سے صرف عورت ہی کی عزت کی نہیں بلکہ انسانیت کی موت ہو رہی ہے، اور نہ تو اُن کم عقل عورتوں کو شرم آتی ہے نہ ہی ان کے مردوں کو، کہ انہیں اس طرح بے پردہ ہونے اور ایک دوسرے سے بے تکلف ہونے سے منع کریں اور اسلامی پردہ کے حدود کو برقرار رکھ کر معاشرے میں اپنی ناک کٹنے سے بچا سکیں۔

جس گھر میں نئی تہذیب کے منحوس قدم پہنچ چکے ہیں اس کا تو کچھ کہنا ہی نہیں......

؎ شرم نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

پیر سے بھی پردہ فرض ہے

بعض جاہل ناعاقبت اندیش پیروں کا طریقہ ہے کہ وہ بھی بے پردہ عورتوں کو سامنے بٹھا کر ہاتھ میں ہاتھ لے کر مرید کرتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں اور بلا حجاب آنے جانے کی اجازت دیتے ہیں اور پردے کا اہتمام یا ہدایت تک نہیں کرتے بلکہ وہ یہ بھی تاثر دیتے ہیں کہ پیر باپ ہو گیا مریدہ بیٹی ہو گئی پھر پردہ کیسا؟ بلکہ بعض مکار تو ان سے ہر طرح کی خدمت لیتے ہیں، حالانکہ یہ سراسر حرام ہے۔ قرآن نے محرموں کے علاوہ سب سے پردہ فرض قرار دیا ہے جس کی تفصیل آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کیا کہ نسبی، سسرالی اور دودھ کے رشتوں سے یہی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ پیری، مریدی، استادی وشاگردی کا رشتہ محرم ہونے کیلئے کافی نہیں چنانچہ مریدہ کا پیر سے، شاگردہ کا استاذ سے نکاح جائز ہے لہٰذا پردہ بھی فرض ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے، نبی سے زیادہ پیر و مرشد کون ہے؟ خصوصاً ہمارے حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں اس کے باوجود آپ نے اپنی اُمتی عورتوں ہی سے نکاح فرمایا۔ بعض جاہلوں کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ حقیقت سامنے رکھ لیں کہ حضراتِ شیخین صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل و اکمل مرید تھے۔ اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ "پوری دنیا میں نہ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جیسے کوئی پیر تھے، نہ ابو بکر صدیق جیسے مرید"۔ وہ جاہلانہ خیال کہ پیری ومریدی کا رشتہ بعینہٖ رشتۂ نسب کی طرح ہے اگر سچ ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی اور مرید بیٹا۔ پس مریدوں کی بیٹیاں اپنی پوتیاں ہوتیں اور ان سے نکاح حرام ہوتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر وفاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادیوں سے نکاح فرمایا۔

مزید واضح ہو کہ آج تک تمام عالم میں جملہ فقہائے مذاہب نے مریدہ کو محرمات سے نہیں گنا۔ اور رشتۂ استادی وشاگردی بھی مثل رشتۂ پیری ومریدی ہے۔ پیر و استاذ دونوں بجائے باپ مانے جاتے ہیں۔ جبکہ پیری مریدی بھی خود ایک استادی وشاگردی ہے۔ اگر یہ خیال بالکل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگردہ سے بھی نکاح حرام ہوتا اور بیوی کو پڑھانے سے نکاح جاتا رہتا کیونکہ اب وہ اس کی بیٹی ہو گئی۔ حالانکہ قرآن وحدیث سے زوجہ کو شاگردہ بنانا، اپنی شاگردہ کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت ہیں۔" ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ۵/۱۴۔۱۵)

عورتوں سے مصافحہ حرام ہے

اجنبیہ کے بدن کے کسی بھی حصہ کا چھونا اگرچہ اندیشۂ شہوت نہ ہو ہرگز ہرگز جائز نہیں، چہ جائیکہ مصافحہ کیا جائے۔ ہاں اگر بہت زیادہ بوڑھی کہ محل شہوت نہ ہو کہ فتنہ کا اندیشہ نہیں تو مصافحہ جائز ہے۔ (ہدایہ، ۴/۴۵۸) صغیرہ جو غیر مشتہات ہو اسے دیکھنا چھونا مطلقاً جائز ہے کیونکہ یہ محلِ فتنہ نہیں۔ (ہدایہ، ۴/۴۵۹)

عورتوں سے بیعت کا طریقہ

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو کلمہ پڑھاتے وقت بھی عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے۔ بلکہ لوگ حاضرِ خدمت ہوتے اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے اسلام کے دامن میں داخل ہوجاتے۔ مگر یہ طریقہ فقط مردوں کے ساتھ تھا۔ خواتین دامنِ اسلام میں داخل ہوتیں اور بیعت کرتیں تو آپ انہیں صرف کلام سے بیعت فرماتے۔ چنانچہ آیت کریمہ شاہد ہے:۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ (پ۲۸۔سورۃ الممتحنۃ: ۱۲)

جب مومنات آپ کی خدمت میں بیعت کیلئے آئیں۔

کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:۔

فعل ذالك صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالقول ولم یصافح واحدة منهن (تفسیر جلالین شریف، صفحہ ۴۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قول سے بیعت فرمائی اور کسی بھی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:۔

واللہ ما مست یدہٗ ید امراۃ قط فی المبایعة ما بایعهن الا بقولہٖ قد بایعتك علیٰ ذالك (بخاری،۳/۲۷۷)

خدا کی قسم! بیعت میں کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستِ مبارک کسی عورت کے ہاتھ میں نہیں گیا۔ آپ نے صرف اس قول سے بیعت فرمایا: "میں نے اس چیز پر تمہاری بیعت کی"۔

مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں روایت ہے۔ امیمہ بنت رقیقہ کہتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! لایئے ہم آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا:۔

انی لاصافح النساء انما قولی لمائة امراۃ کقولی لامراۃ واحدة (مؤطا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صفحہ ۳۹۲)

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ ایک عورت کی طرح سو ۱۰۰ عورتوں کیلئے میرا قول ہی کافی ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ نے عورتوں سے جب بیعت لیا اس وقت آپ کے دستِ اقدس اور ان کے ہاتھوں کے درمیان ایک چادر تھی۔ ایک کنارہ آپ کے ہاتھ میں دوسرا عورتوں کے ہاتھ میں تھا تاکہ اجنبیہ کے مساس سے محفوظ رہیں۔ (حاشیہ جلالین،۴۵۸)

غرض یہ کہ رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل دونوں سے یہ ہدایت فرمائی کہ اسلام میں اجنبیوں سے ملاپ کا کوئی جواز نہیں۔ اور تعلیم و تبلیغ کے تعلقات سے اسلامی حرمتیں زائل نہیں ہوتیں۔ بلکہ بہرحال اس کا احترام برقرار رہتا ہے۔

عورت کیلئے سب سے بہتر

یقیناً کوئی شریف زادی یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ کسی غیر کی بے تاب نگاہیں اس کے جسم اور پیکر کی بلائیں لیں یا کسی کا ہاتھ اس کے بدن سے مَس ہو، اس کی عفت و عظمت ہی متاعِ حیات ہے۔ اگر اس کی زندگی سے اس عظیم دولت کو چرا لیا جائے تو اس کی زندگی کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، "عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟" تو انہوں نے عرض کیا کہ "نا محرم شخص اسے نہ دیکھے"۔ آپ نے انہیں گلے سے لگا لیا اور فرمایا:۔

ذرية بعضها من بعض او كما ورد

(فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، نصف اوّل، صفحہ ۲۸)

اسلام میں حیاء کی عظمت

آج جس قدر بے پردگی کے عناصر موجود ہیں وہ شرم و حیا اور غیرت کے فقدان کا نتیجہ ہیں۔ حیا نام کی چیز انسانی معاشرے سے معدوم ہوتی جارہی ہے۔ حالانکہ شرم و حیا فطرتِ انسانیہ کا وہ عنصر جو قدرت نے ان کے اخلاق کی تعمیر اور عقائد و اعمال کی اصلاح کیلئے ودیعت کی ہے۔ حیا صنفِ نازک کی وہ صفت ہے جس سے ان کی نسوانی عظمت اور عفت و عصمت کی بقا ہے۔

شرم و حیا انسان کو معزز بناتا ہے۔ ان کا فقدان عزت و عظمت کا جنازہ نکال دیتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اہمیت و ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے اور اپنے قول و فعل سے بھی یہی تعلیم دی ہے:۔

- بیہقی میں ابن عمران کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إن الحياء والإيمان قرناء جميعاً، فإذا رفع أحدهما رفع الآخر (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۴۳۲)

حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھی ہیں جب ایک اُٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اُٹھ جاتا ہے۔

- زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان لكل دين خلقا وخلق الاسلام الحياء (مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ، صفحہ ۱۲)

ہر مذہب کی ایک خاص صِفت ہے اور اسلام کی صفت حیاء ہے۔

- حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے قریب سے گذرے جو اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا کہ زیادہ حیاء نہ کرو۔ آپ نے فرمایا:۔

دعه فان الحياء من الايمان (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۴۳۲)

اسے چھوڑ دو کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

- عمران بن حصین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الحياء لاياتى الا بخير (صحیح البخاری، ۹۰۳/۲)

حیاء بھلائی ہی لاتی ہے۔

دوسری روایت میں ہے:۔

الحياء خير كله (مؤطا امام محمد، صفحہ ۳۹۵)

حیاء کل کی کل بھلائی ہے۔

- حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

ان مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولىٰ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت (صحیح البخاری،۲/۹۰۴)

اگلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا، اس میں سے یہ بھی ہے کہ جب تمہارے پاس حیاء نہیں ہے تو جو چاہو کرو۔

؏ بے حیا باش، ہر چہ خواہی کن

چنانچہ صحابہ کرام و صحابیاتِ طیبات کی مبارک زندگیوں پر فرامین رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتنی گہری چھاپ پڑی کہ کوئی عورت بے پردہ نظر نہ آتی۔ وہ معاشرۂ عرب جو کچھ دِنوں قبل برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اب حَسنات و خیرات کا لالہ زار بن گیا تھا۔ عِصمت فروشی کی جگہ عزت نفس، بے پردگی کی جگہ حجاب، آوارگی کی جگہ یکجائی اور بے حیائی کی جگہ حیاداری نے لے لی تھی۔ چنانچہ اُم خلاد کا یہ ایمان افروز واقعہ صفحۂ تاریخ پر آج بھی درخشاں ہے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر حاضر ہوئیں۔ ان کا بیٹا شہید ہو چکا تھا۔ وہ اسی کے متعلق دریافت کرنے آئی تھیں۔ ایک صحابی نے یہ دیکھ کر تعجب سے کہا "نقاب اوڑھ کر بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو!" یہ سن کر اس خاتون نے جواب دیا، "میرا بیٹا جاتا رہا تو کیا ہوا، میری حیاء تو نہیں گئی ہے"۔ (سنن ابوداؤد،۱/۳۴۲)

ایک با حیاء عورت

فرہنگ آصفیہ، اُردو کے ضخیم لغت کے نام سے اُردو کا کون پڑھا لکھا ناواقف ہے؟ اس کے مصنف اس کے دیباچہ میں اپنے گھر کی آتش زدگی کا حال زار لکھتے ہیں کہ ذِکر ۸/ فروری ۱۹۱۲ء کی شب کا ہے اور مصنف کی بیوی اس وقت زچہ خانہ میں تھی:۔

جب آدھے گھر کے قریب جل چکا تو اس کے دھوئیں اور آگ کی لپیٹوں نے جھنجھوڑ کر جگایا۔ اتنے میں گھر والوں کو خبر ہوئی، وہ پہلے تو تنہا صحن تک آئی۔ پھر اپنے بچہ کو لینے اندر چلی گئی۔ اُسے گود میں اُٹھا کر غسل خانہ میں آکھڑی ہوئی۔ اس وقت آگ لگ جانے کا شور مچ گیا۔ دوچار پاس پڑوس کے آدمی آگئے، ہم نے اپنی گھر والی سے ہر چند کہا کہ دروازے میں آجاؤ۔ مگر یہی جواب ملا کہ غیر مردوں کی آواز آرہی ہے، ہم کیونکر آئیں؟ اس ہٹ سے ہمیں اس وقت بڑا رنج ہوا۔ (دیباچہ فرہنگ آصفیہ، ص ۳، طبع دوم)

خیر! وہ آگ بالآخر کیونکر بجھی اور زچہ اور بچہ کی جان بچنے کی کیا صورت نکلی؟ اس سارے قصے سے اِس وقت بحث نہیں۔ ہمارے اور آپ کے کام کی چیز عبارت کے آخری فقرے ہیں۔ خطرہ کوئی معمولی یا دور کا نہیں، بالکل جان پر بنی ہوئی ہے، اپنی جان پر بھی اور بچہ کی جان پر بھی۔ شوہر خود آواز دے کر مردانہ حصہ میں بلارہے ہیں اس پر بھی پردہ نشین خاتون کی عصمت پرستی کا یہ عالم ہے کہ اپنی اور اپنے بچہ کی جان جانا منظور۔ دونوں کا آگ کے شعلوں میں بھسم ہوجانا منظور، لیکن یہ گوارہ نہیں کہ عصمت وحیا کے انتہائی اور اعلیٰ معیار پر کوئی خفیف سی بھی آنچ آنے پائے۔

اسلامی شرافت وعصمت اور شرم وحیا کا یہ واقعہ سچی مسلمان عورتوں کا کردار ہے۔ جل جانا منظور مگر غیر مردوں کی آواز سننا نامنظور۔ اس واقعہ کے پیش نظر آج کل کی ماڈرن عورتوں کا کردار دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل جل جاتا ہے۔ اُنھیں عزت و شرافت کی خاطر جل جانا منظور تھا اور انھیں میک اَپ کرکے بن ٹھن کر باہر بے پردہ پھر کر جلانا منظور ہے ۔

یہ جو آزادی ہے اس سے بھاگ تو
اپنے گھر میں مت لگا یہ آگ تو!

(عورتوں کی حکایات، صفحہ ۲۸۔۲۲۷)

عورت کی آواز بھی عورت ہے

جس طرح عورت کے جسم، اس کی زینت و آرائش اور اس کے حسن کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے دیکھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اسی طرح اس کی آواز کو بھی چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور مردوں کیلئے اجنبیہ جوان عورت کی آواز اور اس کی گفتگو سننے کی ممانعت فرمائی گئی ہے کیونکہ آواز سے بھی فتنوں کو سر ابھارنے کا موقع مل سکتا ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں حُسن از گفتار خیزد

ع حسن بلائے چشم ہے، نغمہ بلائے گوش

یہی وجہ ہے کہ اجنبیہ جوان عورت کی آواز سننا ناجائز ہے۔ ہاں جہاں شرعی ضرورت ہو مثلاً گواہی وغیرہ تو سننا جائز ہی نہیں بلکہ کبھی واجب و ضروری ہو جاتا ہے۔ (البرقہ شرح الطریقہ، صفحہ ۱۱۹۲)

اسی طرح سے ان سے کسی طرح کی گفتگو جائز نہیں حتی کہ نہ سلام کرے نہ اس کے سلام کا جواب دے بلکہ دل ہی میں جواب دے یوں ہی عورت کیلئے بھی یہ روا نہیں کہ غیر مردوں سے بات کریں، یا سلام کریں یا اگر وہ سلام کرتے ہیں تو ان کے سلام کا زور سے جواب دیں۔ (البرقہ شرح الطریقہ، صفحہ ۱۱۳)

فرمانِ رسول ہے:۔

الاذنان زناھما الاستماع واللسان زناہ الکلام (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۰)

کانوں کا زِنا سننا اور زبان کا زِنا گفتگو کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حالتِ نماز میں آگے سے گذرنے والے کو آگاہ کرنے کیلئے مردوں کو حکم دیا کہ سبحان اللہ وغیرہ کہیں مگر عورتوں کو تصفیق یعنی (دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں کی پشت پر مارنے) کا حکم دیا کہ عورت کی آواز فتنہ ہے۔ (نور الایضاح، صفحہ ۹۲)

چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:۔

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ (پ۲۲۔سورۃ الاحزاب: ۳۲)

اگر اللہ سے ڈرو تو نزاکت سے بات نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ہاں اچھی بات کہو۔

اس میں تعلیم آداب ہے کہ اگر بضرورت غیر مردوں سے پس پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو۔ بات نہایت سادگی سے کی جائے۔ عِفت مآب خواتین کیلئے یہی شایانِ شان ہے۔ ضرورت پیش آئے تو دِین اور اسلام کی اور نیکی کی تعلیم اور پند و نصیحت کی بات کرو مگر لہجہ میں نزاکت اور لوچ نہ ہو۔ (خزائن العرفان۔سورۃ الاحزاب،ع۱)

چنانچہ عورتوں کا میلاد شریف، ذکرِ شہادت اتنی بلند آواز سے کرنا کہ غیر محرموں تک آواز پہنچے حرام ہے۔

نوازل امام فقیہ ابو اللیث میں ہے:۔

نغمۃ العورۃ عورت عورت کی آواز بھی عورت ہے۔

اسی لئے شریعتِ مطہرہ نے حج کے موقع پر عورتوں کو حکم دیا کہ بلند آواز سے تلبیہ (اَللّٰهُمَّ لَبَّیْك) نہیں کہہ سکتی۔ اِسی طرح عورتوں کو اذان دینا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ عورتوں کی آواز میں مردوں کیلئے جذب و کشش ہے جو فتنہ کا باعث ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد دہم آخر، صفحہ ۱۴۷)

جیسے کو تیسا

آج کل انسان خود تو آزاد رہ کر قلب و نظر کی تسکین کا سامان فراہم کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس کی یہ خواہش رہتی ہے کہ میری بیوی پردے میں رہے، خود دوسروں کی عزت و ناموس کو لوٹ کر اپنی عزت و عصمت کی سلامتی کا متمنی رہتا ہے۔ مگر اسے معلوم نہیں کہ قدرت کا قانون جیسی کرنی ویسی بھرنی کے تحت اس کی بھی عزت دوسروں کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہتی۔ اگر اپنی عزت کی سلامتی چاہتے ہو تو دوسروں کی عزت کی حفاظت کرنی ہوگی۔ جیسا کہ فرمانِ رسول ہے:۔

عفوا تعف نسآء کم و بروا آباء کم یبر کم ابناء کم (البرقہ شرح الطریقہ، ص ۱۱۲۱)

تم خود پاک دامن رہو، تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ والدین کے فرمانبردار رہو تمہارے بچے فرمانبردار رہیں گے۔

دیلمی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے فرمانِ رسول منقول ہے:۔

لا تزنوا، فتذهب لذة نسآء کم وعفوا تعف نسآء کم ان بنی فلان زنوا فزنت نسآءھم (ایضاً)

زِنا سے بچو، کیونکہ اس سے بیویوں کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔ پاک دامن رہو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔
فلاں قبیلے کے مردوں نے زِنا کیا تو ان کی عورتیں بھی بدکار ہو گئیں۔

نزہۃ المجالس سے ایک حکایت نذرِ قارئین ہے جس سے ان احادیث کی حقانیت ظاہر ہو جائے گی۔

ایک نیک فطرت اور پاکباز عورت کا خاوند سنار تھا۔ اس کے گھر میں پانی بھرنے کیلئے ایک آدمی مقرر تھا۔ جو تیس برس سے اس کے گھر آکر پانی بھرا کرتا تھا۔ مگر کبھی اس نے اس باعفت عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ پانی لے کر گھر آیا تو اس باعفت کی کلائیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ عورت نے کلائیاں چھڑائیں اور اندر بھاگ کر دروازہ بند کر لیا وہ چلا گیا تو اس کا شوہر گھر آیا عورت نے کہا، آج یقیناً آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ شوہر نے کہا، اور تو کوئی گناہ نہیں ہوا، البتہ ایک عورت آج مجھ سے کنگن خریدنے آئی تھی، میں اسکی نازک اور خوبصورت کلائیاں پکڑ کر بے صبر ہو گیا اور اس کی کلائیاں پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا وہ اپنی کلائیاں چھڑا کر وہاں سے بھاگی۔ نیک عورت نے شوہر کی یہ بات سن کر کہا، ٹھیک ہے اے میرے شوہر! تمہاری اس زیادتی کا بدلہ تمہاری بیوی سے لیا گیا، جیسا کہ تو نے دوسرے کی بیوی کے ساتھ سلوک کیا تمہاری بیوی کے ساتھ ویسا ہی کیا گیا۔

صبح ہوئی تو وہی نوکر اس عورت کے پاس آکر اپنی ناشائستہ حرکت پر نادم ہو کر معافی مانگنے لگا۔ باعفت عورت نے کہا، اس میں تیرا قصور نہیں میرے ہی شوہر کی نیت بگڑ گئی تھی۔ (عورتوں کی حکایات، صفحہ ۱۶-۱۷)

لباس اور پردہ

لباس کی وضع و ساخت کی غرض و غایت ستر پوشی اور جسم کا پردہ ہے۔ اور انسان کی فطرت میں بھی ستر پوشی کا جذبہ ابتداءِ آفرینش ہی سے کار فرما ہے۔ چنانچہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے جنتی لباس چھن گیا تو آپ دونوں نے انجیر کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کا کام لیا تھا۔ (تفسیر نعیمی، جلد ۱، صفحہ ۳۳۰) اور دنیا میں آکر آپ نے سب سے پہلے کپڑا بننے کا کام کیا تھا۔ (ایضا، صفحہ ۳۳۱)

لباس زینت و آرائش کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے، لباس کے بغیر حسن و جمال کا پیکر بھی بدصورت و بھدا نظر آتا ہے اور اس کی کشش و جاذبیت کا عنصر فنا ہو جاتا ہے۔ اور عمدہ لباس معمولی حسن و جمال کو بھی دل فریب بنا دیتا ہے۔ مگر یہ زینت و آرائش، لباس کا مقصدِ ثانی ہے، لباس کا مقصدِ اوّل ستر پوشی و پردہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ (پ ۸۔ سورۃ الاعراف: ۲۶)

اے آدم کی اولاد میں نے تمہاری طرف ایک لباس اُتارا جو تمہارے شرم گاہوں کو چھپائے اور ایک وہ جو تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس بھلا، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہیں وہ نصیحت مانیں۔

کتنا لباس فرض ہے ؟

اتنا لباس فرض ہے جس سے ستر ہو جائے اور گرمی و سردی کی تکلیف سے بچے۔ اور اس سے زائد جس سے زینت مقصود ہو، اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار کیا جائے مستحب ہے۔ (بہارِ شریعت،۱۶/۳۸)

جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان کو عورت (شرمگاہ) کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ۱۶/۳۸) مرد کیلئے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے۔ اس میں سے کسی حصے کا بلا ضرورت شرعیہ و طبعیہ کھولنا جائز نہیں۔ یعنی قضائے حاجت، جماع اور علاج کے سوا کسی وقت بھی ران وغیرہ کا بے پردہ کرنا حرام ہے۔ آج کل لوگوں میں صرف جانگھیہ پہننے کا جو رواج انگریزوں سے آگیا ہے جس سے ران کے اکثر حصے کھلے رہتے ہیں، یونہی دھوتی جس سے چلنے میں ران کھل جاتے ہیں، حرام ہے۔ کیونکہ ران کا چھپانا فرض ہے۔

❖ حضرت جرہد کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اما علمت ان الفخذ عورة (مشکوۃ المصابیح،۲/۲۲۹)

کیا تجھے معلوم نہیں، ران شرم گاہ ہے۔

❖ حضرت علی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:۔

یا علی لا تبرز فخذك ولا تنظر الی فخذ حی ولا میت (مشکوۃ، سنن ابوداؤد)

اے علی! اپنا ران نہ ظاہر کرو اور نہ کسی زندہ یا مردہ کا ران دیکھو۔

❖ محمد بن جحش کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معمر کے پاس سے گذرے اور اس کے ران کھلے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا:۔

یا معمر غط فخذیك فان الفخذ عورة (مشکوۃ المصابیح،۲/۲۲۹)

اے معمر! اپنے رانوں کو چھپاؤ کیونکہ ران عورت ہے۔

عورتوں کیلئے سر کے بال سے پیر کے ناخن تک ہر عضوِ بدن عورت (شرمگاہ) ہے۔ اجنبی مرد یا کافرہ مرد و عورت کے سامنے کسی بھی حصے کا یا بالوں کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (پ۱۸۔ سورۃ النور:۳۱)

اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگھار مگر جو خود ہی ظاہر ہے یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ ان کی بہن اسماء بنت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں باریک لباس پہنے حاضر ہوتیں تو آپ نے اپنا رخِ مبارک پھیر لیا۔ اور فرمایا:۔

يا اسمآء ان المراة اذا بلغت المحيض لن يصلح ان يرئ منها

الا هٰذا وهٰذا واشار الى وجهه و كفيه (مشکوٰۃ المصابیح، ۲/۳۷۷)

اے اسماء! جب عورت بلوغ کے قریب پہنچ جائے تو یہ جائز نہیں کہ اس کے اور اس کے سوا

اس کے بدن کا کوئی بھی حصہ نظر آئے، آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا عورت کا تمام بدن عورت (شرمگاہ) ہے، وہیں یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ سالی اور بہنوئی کے درمیان پردہ فرض ہے کیونکہ حضرت اسماء بنتِ ابو بکر اُم المومنین حضرت عائشہ کی بہن اور رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالی ہوئیں جسے آپ نے باریک لباس میں دیکھ کر منہ پھیر لیا تاکہ غیر محرم کا ستر نہ دیکھیں۔

ستر و حجاب کا مطلب یہ ہے کہ ان حصوں پر جن کا چھپانا فرض ہے، ایسے کپڑے ہوں جن سے نہ بدن کی سفیدی چمکے نہ بالوں کی سیاہی نظر آئے نیز لباس اتنا چست بھی نہ ہو کہ اعضائے جسم کی ساخت اور اُبھار چڑھاؤ نمایاں ہو جائے جیسے پلاؤزر وغیرہ۔

آج کل فیشن ایبل لباس جس میں جسم کے اکثر حصے بازو، کمر، گردن اور سینے کے اکثر حصے کھلے رہتے ہیں اور صنفِ نازک کے حسن کی نمائش ہوتی ہے ایسے لباس پہننا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ خدا ایسی بے حیائی سے اسلامی شہزادیوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

مغربی تہذیب نے ناز و انداز اور لباس میں ایسے گھناؤنے وضع پیدا کیا ہے کہ لباس کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ گیا ہے۔ بہت سی خواتین لباس پہن کر بھی ننگی رہتی ہیں۔ اس نئی روشنی کے چکر میں ڈال کر شیطان نے انسانوں سے روزِ اول کی رُسوائی کا اچھی طرح انتقام لیا ہے۔ اس دشمنِ انسانیت نے ایسا رُسوا کیا ہے کہ اپنے اور بیگانوں میں یہ انسان اپنی بے حیائی کا مظاہرہ کرتا پھر رہا ہے۔ جنت میں تو اس نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے لباس اترواد یا تھا۔ اور آج دنیا میں اس کی اولاد کو ننگا کر رہا ہے۔ لیکن کوئی اس دشمن کو پہچانے تو؟ قرآن نے خبردار کر دیا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (پ۱۲۔ سورۂ یوسف: ۵)

بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

آہ مسلمانو! ہم نے ایسے کھلے دشمن کو نہیں پہچانا۔ ہم اس کے بہکاوے میں آکر اسلامی طرز، اسلامی لباس اور اسلامی تہذیب کو خیرباد کہہ رہے ہیں اور اُن کی اتباع و پیروی کر رہے ہیں، ان کا طریقہ اپنا رہے ہیں، جو ہمارے دین کے دشمن، ہماری تہذیب کے دشمن، ہمارے خدا اور رسول کے دشمن، ہماری اصلاح کے دشمن ہماری کامیابی کے دشمن، ہماری تاریخ کے دشمن ہیں مغرب کے یہ سیاہ بادل اسلامی چاندنی کو اپنے دامن میں ہمیشہ کیلئے دفن کر دینا چاہتے ہیں۔

لوگو! یہ دنیاوالے ہمیں شیطان کی پیروی کا درس دیتے ہیں، اور ہمارا رب کتنا بڑا مہربان ہے کہ ہمیں اس دشمن سے بچنے کی بار بار تاکید فرماتا ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭاِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭاِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (پ۸۔ سورۃ الاعراف: ۲۷)

اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمہیں گمراہ نہ کر دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے لباس اُتار کر نکالا تھا کہ ان کی شرمگاہیں نظر آئیں۔ وہ اور اس کا لشکر تمہیں ایسی جگہ سے دیکھ رہے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ میں نے شیطان کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان والے نہیں۔

یقیناً جس شیطان نے حضرت آدم و حوا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا السَّلَام کا لباس چھینا تھا، آج اسی نے مغربی تہذیب کے دامِ فریب میں پھنسا کر ہمیں بھی عریاں کر دیا ہے۔

لباس والی ننگی عورتیں

آج اکثر عورتیں باریک لباس پہن کر یا نیم عریاں ہو کر نکلتی ہیں، انھیں عورتوں کے متعلق اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط كاذناب البقر يضربون الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كاسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وان ريحها لتوجد من مسيرة كذا كذا (صحیح مسلم شریف،۲/۲۰۵)

دو طرح کے جہنمی ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا ایک وہ لوگ ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری قسم وہ عورتیں جو لباس پہنی ہوئی مگر ننگی، دوسروں کو مائل کرنے والی خود دوسروں کی جانب مائل ہونے والی ان کے سر بختی اُونٹوں کے کوہان جیسے مٹکتے ہوں گے۔ وہ نہ جنت میں جائیں گے، اس کی خوشبو پائیں گے جبکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔

یعنی وہ عورتیں ایسی ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں پہنیں گی اس کے باوجود ننگی رہیں گی کہ بدن کے کچھ حصے چھپائیں گی کچھ کھلا رکھیں گی۔ یا اتنے باریک کپڑے پہنیں گی رنگت صاف نظر آئے گی۔ اور اترا اترا کر، مٹک مٹک کر چلیں گی اور لباس اتنے تنگ اور چست رہیں گے کہ ہر عضو کی ساخت اور اس کے نشیب و فراز ایسے ظاہر اور نمایاں ہوں گے جیسے بغیر لباس کے۔

آج اگر گرد و پیش کا جائزہ لیا جائے تو غیب کی خبر جو رسولِ ہاشمی نے چودہ سو سال قبل دی تھی، حرف بحرف صحیح نظر آتی ہے۔ اس نئی تہذیب و تعلیم کے شر سے آج تو ۹۰ فیصد خواتین اسی عریانیت کی شکار ہیں۔ لباس و انداز میں فحاشی بے حیائی و عریانی نظر آئے گی۔ عورتوں کو جہنم میں لے جانے والے اور جنت کی خوشبو بھی ان پر حرام کرنے والے یہی اسباب ہیں۔

اے اسلام کی شہزادیو! کبھی تم نے ٹھنڈے دل سے سوچنے کی کوشش بھی کی ہے کہ تم نے اس عریانیت کا لباس، فلمی فاحشاؤں کے انداز و اطوار اور مغربی تہذیب کی طرزِ زندگی اپنا کر نہ صرف دنیا میں اپنی عزت و عظمت کا چراغ گل کیا ہے بلکہ آخرت میں اپنے لئے دردناک عذاب کا سامان کر لیا ہے اور اپنے لیے جنت کو ایسا حرام کر لیا ہے کہ اس کی خوشبو تک بھی میسر نہ ہو گی۔

ہائے اسلام کی شہزادیو! ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ تمہارے حسن کی لپک جھلک دیکھنے کیلئے بادِ صبا کے جھونکے بھی ترس جاتے تھے آج تیرا دیدار اتنا بے قیمت ہوگیا ہے کہ تیرے جسم کی نمائش گلی کوچوں، بازاروں اور پارکوں میں آزادانہ ہو رہی ہے، کل تیری عفت و عصمت کی قسم تاریخِ عالم نے کھائی تھی، تمہاری عصمت کی حفاظت کیلئے محمد بن قاسم کی تلوار ساحل سندھ میں عصمت کے لٹیروں کی گردنوں پر چمک رہی تھی۔ آج تمہاری تعلیم و تہذیب اور تمہاری نئی سوسائٹی نے تمہاری عزت کو چند ٹکوں کا بھی نہیں رہنے دیا ہے کیا اسی کا نام ترقی ہے، یہی تعلیم کا مقصد ہے، اسی کو تہذیب کہتے ہیں، کیا یہی اسلامی خواتین کی شان ہے؟ اسلام یہ نہیں کہتا کہ گھروں میں بند رہو، مگر جب نکلو تو اپنے قیمتی سرمایہ کیلئے حفاظتی انتظامات کرلو۔ اپنے انگ انگ کو کپڑے میں چھپالو تاکہ تمہاری دولتِ حسن و عصمت پر کسی اوباش لٹیرے کی للچائی نگاہیں نہ پڑسکیں اور تمہارے نسوانی وقار کو ٹھیس نہ پہنچے۔

باریک لباس

گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا کہ لباس کا مقصد شرم کی جگہوں کا پردہ اور بدن کا ستر ہے۔ اگر انسان لباس میں بھی ننگا رہے تو وہ لباس نہیں کہلا سکتا۔ لہٰذا اتنے باریک کپڑے جن سے بدن کی سفیدی اور بالوں کی سیاہی چمکے ان سے ستر عورت نہیں ہو سکتا۔ عورتوں کو ایسا لباس پہننا حرام، حرام، حرام بد انجام ہے۔ موجودہ زمانے کی خواتین کا فیشن ہی یہی ہو گیا ہے کہ باریک سے باریک کپڑے زیب تن کریں اور اس کا دھن ایسا سوار ہوا ہے کہ شرم و حیا اور ستر و حجاب کی فکر سے یکسر بیگانہ ہو گئی ہیں۔ اُمہات المومنین خاتونِ جنت، صحابیات، صالحات کی پیروی کے بجائے طوائفوں، فلمی اداکاروں اور مغربی فاحشاؤں کی طرز روش کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیا ہے۔ رسول گرامی کا فرمان ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی۔ باریک لباس سے آپ کی ناراضگی ملاحظہ ہو:۔

- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میری بہن اسماء بنت ابو بکر باریک لباس پہن کر آگئیں، آپ نے اپنا رخِ مبارک پھیر لیا اور فرمایا:۔

یا اسمآء ان المراۃ اذا بلغت المحیض لن یصلح ان یریٰ منھا

الا ھٰذا وھٰذا واشار الی وجھہٖ و کفیہٖ (سنن ابوداؤد، مشکوٰۃ، ۲/۳۷۷)

اے اسماء! جب عورت بلوغ کے قریب پہنچ جائے تو یہ جائز نہیں کہ اس کے اور اس کے سوا اس کے بدن کا کوئی بھی حصہ نظر آئے، آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

- حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں:۔

دخلت حفصۃ بنت عبد الرحمٰن علیٰ عائشۃ وعلیھا خمار رقیق

فشقتہ عائشۃ و کستھا خمارا کثیفا (سنن ابوداؤد، مشکوٰۃ، ۲/۳۷۷)

حضرت حفصہ بنتِ عبد الرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے آئیں۔

حضرت عائشہ نے اسے پھاڑ دیا اور موٹے کپڑے کا دوپٹہ اوڑھا دیا۔

باریک کپڑے کے نیچے موٹا کپڑا ہو تو حرج نہیں

باریک ملبوسات کی حرمت کی اصل وجہ بے ستری اور بے پردگی ہے، اسلام اسی بے پردگی وبے حیائی کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے وسیع دامن میں اس کی وسعت موجود ہے کہ اگر لباس باریک ہو تو اس کے ساتھ کوئی موٹا کپڑا پہن لینے سے حرمت اصلاً ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قبطی (ایک قسم کا باریک کپڑا) لائے گئے اس میں سے ایک کپڑا آپ نے مجھے بھی عنایت فرما کر ارشاد فرمایا:۔

اصدعها صدعين فاقطع احدهما قميصا واعط الأخر امراتك تختمر به فلما ادبر قال وامرا امراتك ان تجعل تحته ثوبا لا يصفها (سنن ابو داؤد، ۲/۲۱۴)

اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک قمیص بنالینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا کہ وہ اسے دوپٹہ بنالے۔ جب وہ لوٹنے لگے تو آپ نے مزید فرمایا کہ اپنی بیوی کو حکم دینا کہ اس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا رکھ لے تاکہ اس کا بدن ظاہر نہ ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذہب اسلام ایسا نظریۂ لباس پیش کرتا ہے جس کا مقصد معاشرہ وسماج کی اصلاح، مرد وزن کی عزت و عصمت کا تحفظ اور اجتماعی زندگی کی متوقع آلودگیوں سے تزکیہ وطہارت ہے۔

اسلام ایسا لباس عطا کرتا ہے جس میں مرد وزن یکسر دو صنف متضاد کی حیثیت سے نمایاں رہیں۔ ایک کی سلامتی اس کے چند اعضاء کے ملبوس رہنے میں بھی ہے۔ مگر دوسرے کے تحفظ کیلئے مکمل ستر وحجاب ضروری ہے۔ ایک سراپا ناز و انداز کا مجسمہ جسے کسی بھی صورت میں غیروں کے سامنے بے نقاب دیکھنا اسلام گوارہ نہیں کرتا۔ دوسرا اس کی ضروریاتِ زندگی اور اقتصادی استواری کیلئے جدوجہد کرنے والا اس میں جفاکشی کا عنصر فراوانی سے موجود اسے اتنے ستر وحجاب کا پابند بنانا خلافِ عقل ہے، محض محدود اعضا کا ستر کافی ہے۔

لہٰذا ہر ایک کیلئے ضروری قرار دیا گیا کہ نہ عورت مرد بننے کی کوشش کرے نہ مرد نسوانی وضع اختیار کرے۔ ہر صنف اپنے اپنے دائرے میں رہے۔

مردانی عورتیں

آج ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ طبقہ اس مرض کا زیادہ شکار نظر آتا ہے کہ عورتیں مردانی لباس پہن کر خود کو دنیا کی سب سے عقلمند، تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ سمجھتی ہیں۔ ایسی عورتوں اور مردوں پر رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے:۔

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے:۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النسآء

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت بننے والے مردوں اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔

- دوسری روایت میں ہے:۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنسآء والمتشبھات من النسآء بالرجال (ریاض الصالحین بحوالہ بخاری، صفحہ ۶۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

لعن رسول اللہ ﷺ الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل (سنن ابوداؤد، ۲/۲۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس اختیار کرے لعنت بھیجی ہے۔

مردوں کی مشابہت سے اِحتراز کیلئے دوپٹوں میں بھی اس احتیاط کا حکم فرمایا۔

- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃ لا لیتین (سنن ابوداؤد، ۲/۲۱۴)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور یہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا کہ ایک ہی پیچ دو، دو پیچ مت دو۔

وجہ یہ تھی کہ اس میں مردوں کے عمامے کی مشابہت نہ ہو جائے۔

مذہب اسلام کے اس نظریۂ لباس میں، لباس کی جو کیفیت اور اس کا جو مقصد واضح کیا گیا ہے، اس کے تناظر میں اسلامی لباس میں عزت و عظمت، عفت و عصمت اور انسانی وقار کی نمایاں تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔

شلوار پسندیدہ لباس ہے

لباس کا اصل مقصد چونکہ ستر پوشی ہے اور یہ شلوار سے زیادہ ساڑی میں نہیں ہے۔ کیونکہ ساڑی میں بے پردگی کا امکان باقی رہتا ہے، چنانچہ رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پاجامہ پہننے والی عورتوں کیلئے دعا فرمائی ہے۔ منقول ہے کہ ایک بار آپ کہیں تشریف لیے جا رہے تھے راستے میں ایک عورت کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑی۔ آپ نے اپنا روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ صحابہ نے عرض کیا "حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے"۔ (الملفوظ، ۱۳/۳)

آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اللھم اغفر للمتسرولات من امتی یا ایھا الناس اتخذوا السراویلات فانھا من استر ثیابکم وخصوصا من نسآء کم (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصف اوّل، ۸۴)

اے اللہ میری اُمت کی پاجامہ پہننے والی عورتوں کو بخش دے۔ اے لوگو! پاجامہ پہنو کہ تمہارے دیگر کپڑوں کی نسبت اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔ خصوصاً تمہاری عورتوں کیلئے۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ گر جانے سے بھی پاجامہ میں بے پردگی نہیں ہوتی۔ جبکہ ساڑی میں بے پردگی کا پورا خدشہ رہتا ہے اور پاجامہ پسندیدہ و مسنون لباس بھی ہے۔

عالمگیری میں ہے، پاجامہ پہننا سنت ہے اور اس میں عورتوں اور مردوں کیلئے تمام کپڑوں سے زیادہ ستر اور پردہ ہے۔ (ایضاً)

آنکھیں زباں نہیں ہیں، مگر ------

نگاہیں نیچی رکھو

آنکھیں برائیوں کا راستہ ہیں جن برائیوں سے معاشرے کو پاک کرنے کا اسلام نے بیڑا اُٹھایا ہے وہ برائیاں اسی نظر کے چور دروازے سے داخل ہوتی ہیں۔ نگاہ دیکھتی ہے تو دل کا میلان ہوتا ہے۔ پھر انسان وہ کر گزرتا ہے جو نہیں کرنا چاہئے۔ سچ ہے "شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ" دیکھی ہوئی باتوں پر انسان زیادہ جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے برائیوں کے خاتمہ کیلئے لباس و پردہ، ستر و حجاب کے ساتھ ساتھ طائرِ نظر کے پَر بھی کترے ہیں تاکہ نہ یہ آتشیں چمن کی طرف پرواز کرے گا نہ عفت و عصمت خاکستر ہوں گے نہ نگاہیں چار ہوں گی نہ دلوں کی دنیا میں ہل چل مچے گی۔ نہ حسن کا دیدار ہوگا نہ مَن پاپی بنے گا۔ اس لئے طرح طرح سے پست نگاہی اور آنکھوں کی حفاظت کیلئے ترغیب اور تاکید کی گئی اور حدودِ نظر کو تجاوز کرنے سے ڈرایا اور دھمکایا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ

مسلمان مردوں سے فرمادو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کیلئے بہت ستھرا ہے بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ (پ۱۸۔ سورۃ النور: ۳۰)

اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (پ۱۵۔ سورۃ الاسراء: ۳۶)

بے شک کان، آنکھ، دل سب سے باز پرس ہوگی۔

ایک جگہ یوں ارشاد ہے:۔

یَعْلَمُ خَآىٕنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (پ۲۴۔ سورۃ المومن: ۱۹)

اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوری کو اور دلوں میں چھپی باتوں کو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب ولا تفضی المرءۃ الی المرءۃ فی الثوب الواحد (مسلم شریف، ۳۳۸/۲)

نہ مرد مرد کی شرم گاہ کو دیکھے، نہ عورت عورت کی شرمگاہ کو۔ اور نہ مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے نہ عورت عورت کے ساتھ۔

پہلی نظر

اس زمانے میں اجنبیہ کا چہرہ بھی دیکھنا جائز نہیں۔ ہاں گواہ یا قاضی کیلئے اور اس شخص کیلئے جو اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم نصف آخر، ۱۰/۷) اس کے علاوہ کسی غیر محرم کیلئے قطعی جائز نہیں۔ اگر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت منقول ہے:۔

سالت رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۶۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے حکم دیا کہ نظر پھیر لوں۔

مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، اور دارمی نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:۔

یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولیٰ ولیست لک الاٰخرۃ (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۶۹)

اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ دیکھو پہلی نظر (بے ارادہ) تو معاف ہے مگر دوبارہ دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ نظر ثانی جائز نہیں کیونکہ اس میں ارادہ اور خواہش کا دخل ہے۔ اس لئے اس سے احتراز و اجتناب ضروری ہے۔

ابلیس کا زہر آلود تیر!

آنکھیں دل کا راستہ ہیں۔ جو چیز آنکھ دیکھتی ہے وہی دل میں اترتی ہے۔ اسی لئے ابلیس نظروں کو بہکاتا رہتا ہے تاکہ جب نگاہ بھٹکے گی تو قدم کو لغزش کھانے میں دیر نہیں لگے گی۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً حدیثِ قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

النظرۃ سھم مسموم من سھام ابلیس من ترکھا من مخافتی ابدلتہ ایمانا یجد حلاوتہٗ فی قلبہٖ

نظر ابلیس کا ایک زہر آلود تیر ہے۔ جو میرے خوف سے اسے چھوڑ دیتا ہے اسے اس کے بدلے ایسا ایمان عطا کرتا ہوں جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ (طبرانی و حاکم۔ البرقہ، صفحہ ۱۱۹۷)

لعنت و عبادت

ایک جانب شریعت نے آوارہ نگاہی پر لعنت و ملامت کی ہے تو دوسری جانب نظر کی حفاظت کو عبادت قرار دیا ہے۔

بیہقی کی روایت ہے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لعن اللہ الناظر والمنظور الیھا (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۷۰)

دیکھنے والے مرد اور دیکھی جانے والی عورت پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے۔

کیونکہ دیکھنے والا آوارہ نگاہی کا مجرم ہے اور دیکھی جانے والی بے پردگی کے گناہ میں ملوث۔

ہاں اگر اچانک کسی عورت پر نظر پڑگئی مگر وہ سنبھل گیا اور نظر نیچی کرلیا تو یہ اس کی عبادت میں شمار ہوگا۔ امام احمد نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ روایت نقل کی ہے:۔

ما من مسلم ینظر الی محاسن امرءۃ اول مرۃ ثم یغض بصرۃ الا احدث اللہ عبادۃ یجد حلاوتھا

جس مسلمان کی پہلی نظر کسی عورت کے محاسن پر پڑگئی اور اس نے نگاہیں نیچی جھکالیں تو اللہ تعالیٰ اسے عبادت بنادیتا ہے جس کی حلاوت وہ محسوس کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۷۰)

فرمانِ رسول ہے کہ "جس نے کسی عورت پر غور کیا اور اس کے کپڑوں کو دیکھا یہاں تک کہ اس کے اعضا کے حصے اس پر ظاہر ہوگئے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا"۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم، اوّل، صفحہ ۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:۔

کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الاعین غضت عن محارم اللہ وعینا سھرت فی سبیل اللہ وعینا خرج منھا مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ (البرقہ شرح الطریقہ، صفحہ ۱۱۹۸)

قیامت کے دن ہر آنکھ آنسو بہائے گی۔ مگر وہ آنکھ جس نے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو نہ دیکھا۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں بیدار رہی اور وہ آنکھ جس سے خوفِ خداوندی میں مکھیوں کے سروں کے مثل آنسو ٹپکے (یہ آنکھیں عذاب سے نہیں روئیں گی)۔

حضرت معاویہ بن جندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمانِ رسول منقول ہے:۔

ثلاثۃ لاتریٰ اعینھم النار یوم القیامۃ: عین حرست فی سبیل اللہ وعین بکت من خشیۃ اللہ، وعین کفت عن محارم اللہ (البرقہ شرح الطریقہ، صفحہ ۱۱۹۹)

تین شخص ایسے ہیں جن کی آنکھیں قیامت کے دن جہنم نہیں دیکھیں گی: (۱) جس نے اللہ کی راہ میں شب بیداری کی۔ (۲) جو خوفِ خداوندی میں اَشک بار ہوا۔ اور (۳) جس نے اپنی آنکھوں کو حرام چیزوں کے دیکھنے سے روکے رکھا۔

نمائش

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی کتاب "الاسرآ المعراج" میں لکھتے ہیں، جب معراج کی رات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بالوں سے لٹکتی ہوئی عورتیں دیکھیں جن کے دماغ ہانڈی کی طرح اُبل رہے تھے تو آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا، یہ بے پردہ عورتیں ہیں جو غیروں کو اپنے بالوں کی نمائش کراتی تھیں۔ (حجاز جدید، فروری ۹۲ء، صفحہ ۴۷)

پست نگاہی راستے کا حق ہے

عام مشاہدہ ہے کہ لوگ گذر گاہوں، چوراہوں اور چبوتروں پر بیٹھے رہتے ہیں اور ہر آنے جانے والے پر گہری نظر ڈالتے ہیں۔ حِلت و حرمت کا کچھ پاس ولحاظ نہیں ہوتا، بلکہ اکثر کا مقصد ہی آوارہ گردی ہوتا ہے۔ اوّلاً ایسی جگہوں پر ہجوم اور مجلسیں جمانا ہی نہیں چاہیے، اور ضروری ہی ہے تو اپنی نظر کی حفاظت بھی کرنی چاہیے۔ اور گذر گاہوں کا حق ادا کرنا چاہیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

ایاکم والجلوس علی الطرقات فقالوا یارسول اللہ مالنا من مجالسنا بد نتحدث فیھا

قال فاذا ابیتم الا المجالس فاعطوا الطریق حقہٗ فقالوا وما حق الطریق یا رسول اللہ

قال غض البصر وکف الاذیٰ ورد السلام (صحیح البخاری، ۲/۹۲۰)

گذر گاہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ان مجلسوں سے کیسے بچ سکتے ہیں وہاں ہم آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، جب بیٹھنا ضروری ہی ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، نگاہیں پست رکھنا، تکلیف دہ چیزیں ہٹانا اور سلام کا جواب دینا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

العینان فزناھما النظر، والاذنان زناھما الاستماع، واللسان زناہ الکلام (مشکوۃ المصابیح، ۱/۲۰)

دیکھنا آنکھوں کا زِنا ہے۔ سننا کانوں کا زنا ہے اور گفتگو زبان کا زنا ہے۔

یوم نحر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کر لیا تھا۔ فضل شکیل و وجیہہ آدمی تھے، ایک جگہ آپ مسئلہ بتانے کیلئے رُکے تو بنی خثعم کی ایک خوبرو عورت کوئی مسئلہ دریافت کرنے آئی۔ فضل اسے غور سے دیکھنے لگے۔ وہ اس کے حسن میں مبہوت تھے، آپ متوجہ ہوئے، دیکھا کہ فضل اسے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے دستِ مبارک پیچھے کیا اور فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر رُخ پھیر دیا۔ (بخاری شریف، ۲/۹۲۰)

حکماء کا قول ہے کہ جس نے اپنی نگاہ کو آوارہ چھوڑدیا اس نے بے انتہا شرمندگی اٹھائی۔ یہ آزاد نگاہی انسان کو بے نقاب کر دیتی ہے، اسے ذلیل وخوار کرتی ہے اور جہنم میں طویل مدت تک رہنا واجب کر دیتی ہے۔ اپنی نظر کی حفاظت کرو۔ اگر تونے اسے آوارہ چھوڑدیا تو برائیوں میں گھر جائے گا۔ اور اگر تو نے اس پر قابو پالیا تو تمام اعضائے بدن تیرے مطیع ہو جائیں گے۔ (مکاشفۃ القلوب،۱۹۶)

عورتوں کے گرے ہوئے بال اور کٹے ہوئے ناخن

جس عضو کو دیکھنا ناجائز ہے اگرچہ وہ بدن سے جدا ہو جائے پھر بھی اسے دیکھنا ناجائز ہی رہے گا۔ مثلاً پیڑو کے بال، کہ ان کو جدا کرنے کے بعد بھی دوسرا شخص نہیں دیکھ سکتا۔ عورت کے سر کا بال یا اس کے پاؤں وکلائی کی ہڈی، کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اجنبی شخص کیلئے دیکھنا جائز نہیں، اسی طرح عورت کے پاؤں کے ناخن بھی اجنبی نہیں دیکھ سکتا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ غسل خانہ یا بیت الخلاء میں موئے زیر ناف مونڈ کر لوگ چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا درست نہیں بلکہ ان کو ایسی جگہ ڈال دیں کہ کسی کی نظر نہ پڑے یا زمین میں دفن کر دیں۔ عورتوں کو بھی لازم ہے کہ کنگھا کرنے میں یا سر دھونے میں جو بال نکلیں انہیں کہیں چھپادیں کہ ان پر اجنبی کی نظر نہ پڑے۔ (بہارِ شریعت،۱۶/۶۸)

کیا عورت نا محرم کو دیکھ سکتی ہے ؟

صرف یہی نہیں کہ مرد عورتوں کو قصداً نہ دیکھے۔ بلکہ جس طرح مرد کیلئے کسی اجنبیہ کا دیکھنا جائز نہیں یونہی عورتوں کو بھی روا نہیں کہ قصداً اجنبی مردوں کو دیکھیں اگرچہ عورتیں مردوں کو بلا شہوت دیکھ سکتی ہیں، مگر یہ زمانہ فتنہ کا ہے اس زمانہ میں شاید ہی کوئی بلا شہوت دیکھے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۰/۷)

شہوت کا مطلب یہ ہے کہ اگر دیکھے تو یقین ہے کہ شہوت پیدا ہوگی۔ اگر شبہ بھی ہو تو بھی جائز نہیں۔ بوسہ کی خواہش پیدا ہونا بھی شہوت کی حد میں داخل ہے۔ (بہارِ شریعت، ۱۶/۹۳)

چنانچہ جس طرح مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، یونہی عورتوں کو بھی پست نگاہی کی ہدایت کی گئی ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (پ۱۸۔ سورۃ النور: ۳۱)

اور مومنہ عورتوں سے فرمادو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ پردہ نشین خواتین بھی دریچوں اور کھڑکیوں سے اجنبی مردوں کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں جس کی پاداش میں خود بھی دیکھ لی جاتی ہیں۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اندھوں سے بھی حجاب کا حکم دیتا ہے کہ خود بھی اسے نہ دیکھیں۔ چنانچہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کہتی ہیں کہ میں اور میمونہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبد اللہ ابن ام مکتوم داخل ہوئے (یہ نابینا تھے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں پردہ کرلو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو اندھے ہیں، اِن سے کیسا پردہ۔ وہ ہمیں دیکھ تو نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا:۔

افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ

کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم نہیں دیکھ رہی ہو؟

(سنن ابوداؤد، ۶/۲۱۴۔ نیز مشکوۃ المصابیح، ۱/۲۶۹)

گویا اسلام ہر اندیشۂ فتنہ کو دُور کرنا چاہتا ہے کہ نہ عورتیں مردوں پر نظر دوڑائیں نہ مردوں کی نظریں عورتوں کا تعاقب کریں تاکہ ایک صاف ستھرا معاشرہ تشکیل پذیر ہو۔

اِستیذان (اجازت طلبی) اور پردہ

اجازت طلبی کی مصلحتیں

اسلام نے پردہ کے اہتمام میں جہاں دیگر چیزوں کا اہتمام کیا ہے وہیں اس بات کو بھی واجب قرار دیا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت حاصل کرلی جائے۔ اس قانون کی شرعی حیثیت سے قطع نظر سماجی اور معاشرتی محاسن کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت ساری مصلحتیں شامل نظر آتی ہیں۔ جو معاشرے کی تزکیہ وطہارت کیلئے بے حد ضروری ہیں اور اس کا التزام نہ کرنا ستر وحجاب کی بہت سی دیواروں کو منہدم کرنا ہے۔

- اجازت لینے میں اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ میرا آنا صاحبِ خانہ پر گراں بار تو نہیں۔
- گھر کے لوگ نہ جانے کس حالت میں ہوں۔ کیونکہ گھر میں وہ احتیاطیں نہیں ہوتیں جو گھر سے باہر برتی جاتی ہے۔ اجازت لینے سے انہیں آپ کی آمد کا علم ہوجائے گا اور وہ محتاط ہوجائیں گے۔
- عورتیں اپنے محارم کے درمیان پردے کا اہتمام نہیں کرتیں، اور بے احتیاطی میں وہ کسی بھی حالت میں ہو سکتی ہیں۔ اجازت طلب کرنے میں اُنہیں اپنے پردے کا خیال آجائے گا اور حجاب کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔ اس طرح کسی اجنبی کے سامنے بے پردہ ہونے سے بچ جائیں گی۔
- ممکن ہے کہ زن وشوہر اپنے کمرے میں کسی ناگفتہ بہ حالت میں ہوں کہ آپ کا ناگاہ وارد ہونا ان کیلئے اور خود آپ کیلئے خجالت وشرمندگی کا باعث بنے۔ لہٰذا اجازت طلب کرنے سے وہ اپنے حالت پر قابو پاکر عریانیت وبے پردگی سے بچ سکتے ہیں۔

اجازت طلب کرنا واجب ہے

یہ وہ خوبیاں ہیں جو سطحی نظر ڈالنے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک انصاری خاتون نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ یہ گوارہ نہیں کرتی کہ اس حال میں مجھے کوئی دیکھ لے وہ میرا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ اسی حالت میں باپ بھی داخل ہو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی آتا رہتا ہے۔

اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۝ (پ۱۸۔سورۃالنور: ۲۷۔۲۸)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ داخل ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ اور اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ملے اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

دوسرے گھر کا مطلب

ہر شخص کیلئے وہ گھر یا حجرہ اس کا اپنا گھر ہے، جس میں وہ سکونت پذیر ہے اور جس کمرے میں یا جس گھر میں وہ نہیں رہتا بلکہ دوسرے لوگ رہتے ہیں۔ اس کیلئے وہ دوسرے کے گھر کے حکم میں ہے خواہ وہ اسی کی ملکیت کیوں نہ ہو۔ لہٰذا کرایہ دار سے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ (الصاوی علی الجلالین، ۳/۱۲۷) جس گھر میں کوئی نہیں رہتا اس میں اجازت کی ضرورت نہیں۔

بالغ بچے مردوں کے حکم میں ہیں

بلوغ کے بعد جس طرح تمام احکام عائد ہوتے ہیں یونہی اجازت لینا بھی تمام اوقات میں ضروری ہو جاتا ہے۔ جس طرح مردوں کیلئے واجب ہے، ارشاد ہے:۔

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ (پ۱۸۔سورۃالنور: ۵۹)

اور جب تمہارے بچے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اجازت لینا ویسا ہی ضروری ہے جیسا اس سے پہلے (مذکورہ) مردوں پر ضروری ہے۔

ہوشیار بچے بھی اجازت لیں

وہ بچے جو ہوشیار ہوں اور انہیں شرمگاہ وغیر شرمگاہ کی تمیز ہو ان کا ان اوقات میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔ (۱) نمازِ فجر سے پہلے (۲) دوپہر کے وقت کہ یہ قیلولہ کا وقت ہے اور آدمی اس وقت عام لباس میں نہیں ہوتا بلکہ نیم برہنہ سونے کے لباس میں ہوتا ہے (۳) اور عشاء کے بعد کہ یہ بھی عام لباس اُتار کر سونے کا وقت ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۗ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (پ۱۸۔ سورۃ النور: ۵۸)

اے ایمان والو! چاہئے کہ تمہارے غلام تمہاری باندیاں اور جو بلوغ کو نہیں پہنچے اور عورتوں کے اُمور جانتے ہیں۔ تین وقتوں میں تم سے اجازت لیں۔ نمازِ فجر سے پہلے۔ دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار دیتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین اوقات ہیں جن میں ستر کھلے رہتے ہیں۔ ان اوقات کے بعد تمہارے لئے اور ان کیلئے حرج نہیں کہ ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایسے ہی نشانیاں ظاہر فرماتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

ماں سے بھی اجازت لینا ضروری ہے

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا ماں کے پاس جانے میں بھی اجازت لوں؟ آپ نے فرمایا، پھر بھی اجازت لے کر داخل ہو۔ پھر اس نے عرض کیا، میں تو ان کا خادم ہوں یعنی اکثر آنا جانا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

استاذن علیها اتحب ان ترٰها عریانة قال لا، قال فاستاذن علیها (مشکوٰۃ، صفحہ ۴۰۰)

اجازت لے کر جایا کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اسے ننگا دیکھو، اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو اجازت لے کر جایا کرو۔

اجازت لینے کا طریقہ

اجازت ہر اس لفظ سے لی جاسکتی ہے جس سے اہل خانہ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔

اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ، الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے یا کھنکارے یا کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ (تفسیر خزائن العرفان، پ۱۸، ع۴) مگر بہتر طریقہ یہ ہے "السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں" کہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (الصاوی علی الجلالین، ۱۲۰/۳)

ترمذی و ابو داؤد میں کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہ صفوان بن اُمیہ نے مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا میں نے نہ سلام کیا نہ اجازت لی اور اندر چلا گیا تو آپ نے فرمایا:

ارجع فقل السلام علیکم ادخل؟ (مشکوٰۃ)

کہو السلام علیکم کیا میں اندر آسکتا ہوں۔

جب کوئی اجازت طلب کرتا ہے تو صاحبِ خانہ پوچھتا ہے کہ کون ہیں؟ ان کا مقصد یہ جاننا ہوتا ہے کہ آنے والا شناسا ہے یا اجنبی؟ اس وقت یہ جواب دینا کہ "میں ہوں" مناسب نہیں بلکہ اس وقت اپنا نام یا تعارف پیش کرے تاکہ پوری معرفت حاصل ہو جائے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ دروازے پر دستک دی، آپ نے پوچھا:

من ذا، فقلت انا، فقال انا انا کانّٗ کرھہ (سنن ابو داؤد، ۳۵۸/۲۔ ایضاً بخاری ۹۲۳/۲)

کون؟ میں نے کہا "میں"۔ آپ نے ناگواری سے فرمایا، مَیں تو میں بھی ہوں۔

اگر دروازہ بے پردہ ہو تو ظاہر ہے کہ اجازت لیتے وقت گھر کے اندر نظر جائے گی اور اجازت طلب کرنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اس لئے ایسے مواقع میں چاہئے کہ سیدھے دروازے کے سامنے نہ کھڑا ہو بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ جیسا کہ رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل سنن ابو داؤد میں مذکور ہے:

کان رسول اللّٰہ اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجھہ ولکن من رکنہ الایمن او الایسر و یقول السلام علیکم السلام علیکم وذٰلك ان الدور لم یکن یومئذ علیھا ستور

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر پہنچے تو دروازے کے مقابل کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے پھر فرماتے السلام علیکم، السلام علیکم۔ کیونکہ اس زمانے میں دروازے پر پردے نہیں ہوا کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ۱-۴۔ ایضاً سنن ابو داؤد، ۲۵۱/۲)

اجازت نہ ملنے پر واپس ہوجائے

کسی سے اجازت طلب کی جائے اور کوئی جواب نہ ملے یا لوٹنے کو کہا جائے تو دل میں کسی قسم کی کدورت نہ پیدا کرے بلکہ خوشی خوشی واپس چلا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی اہم کام میں مصروف ہو، اور آپ سے ملنے کیلئے وقت نہ دے سکتا ہو یا اور دوسری وجوہات ہوں۔ ایسا نہیں کہ گھر سے کوئی آواز نہ ملی تو اندر داخل ہوتے چلے گئے۔ ہاں اگر ایسا گھر ہو جس میں کوئی نہیں رہتا یا ویران پڑا ہوا ہے تو اس میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (پ۱۸۔ سورۃ النور: ۲۸)

اور اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک اجازت نہ ملے۔ اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ابو موسیٰ اشعری آئے اور کہا کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلایا تھا۔ میں ان کے دروازے پر گیا اور تین مرتبہ سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ میں لوٹ آیا۔ عمر کہتے ہیں کہ تو کیوں نہیں آیا؟ میں نے جواب دیا کہ آپ کے دروازے پر میں نے تین بار سلام کیا، آپ نے کچھ جواب نہیں دیا تو میں واپس چلا آیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن لہٗ فلیرجع (مشکوٰۃ المصابیح، ۴۰۰، ایضاً مسلم شریف ۲/۲۱۰)

جب تم نے کسی سے تین مرتبہ اجازت مانگ لی پھر بھی اجازت نہ ملی تو لوٹ جاؤ۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ

لیستاذن احدکم ثلاثا فان اذن لہٗ والا فلیرجع (سنن ابوداؤد، ۲/۳۵۷)

ہر شخص کو چاہئے کہ تین مرتبہ اجازت طلب کرے اگر اجازت مل جائے تو اندر جائے ورنہ لوٹ جائے۔

بے اجازت جھانکنا بھی جائز نہیں

پردے کے اہتمام کیلئے شریعت نے جہاں بے اجازت گھروں میں داخل ہونے سے منع کیا ہے وہیں تانک جھانک سے بھی سختی سے روکا ہے۔ کیونکہ اِستیذان کا مقصد بے پردگی اور بے حیائی کا خاتمہ ہی تو ہے اور اسی طائر نظر کو قید کرنے کیلئے ہی اجازت طلبی کا حکم دیا گیا ہے، اگر نظریں اندرونِ خانہ کا جائزہ لیتی رہیں تو اجازت لینے کا کیا معنی؟

تانک جھانک خواہ دروازے سے ہو یا دریچوں سے یا اور کسی سوراخ وغیرہ سے ، بے حیائی، بے پردگی اور بدکاری کے ایسے جراثیم کو جنم دے سکتی ہے جن کا خاتمہ مشکل ہو جائے گا۔ بے اجازت داخلے سے جس طرح خواتین اور افراد خانہ پر نگاہیں بے حجابانہ پڑ سکتی ہیں اِسی طرح کی برائیاں بے اجازت نگاہ دوڑانے سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے اس کی بھی سختی سے مذمت کی گئی، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے:۔

- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سوراخ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرے میں جھانکا، اس وقت آپ کے دستِ اقدس میں لوہے کا کنگھا تھا جس سے سر اقدس کھجلا رہے تھے، آپ نے فرمایا:۔

لو علمت انك تنظر لطعنت بها فی عینك انما جعل الاستیذان من اجل البصر (جامع الترمذی،۲/۹۵)

اگر میں جانتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو اسی سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ آنکھ ہی کی وجہ سے اِستیذان ضروری قرار دیا گیا ہے۔

- سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا دخل البصر فلا اذن (سنن ابو داؤد،۲/۲۵۲)

جب نظر پہنچ ہی گئی تو اب اجازت سے کیا فائدہ۔

- ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی بیتہٖ فاطلع علیہ رجل فاھویٰ الیہ بمشقص فتاخر الرجل

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آپ کو جھانکا۔
آپ نے تیر کا پھل اس کی طرف اُٹھایا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ (جامع الترمذی،۲/۹۵)

- سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین چیزوں کے متعلق فرمایا کہ حلال نہیں۔ ان میں یہ بھی ہے:۔

ولا ینظر فی قعر بیت قبل ان یستاذن فان فعل فقد خانھم (مشکوٰۃ المصابیح،۱/۹۶)

بے اجازت کسی کے گھر میں نہ جھانکے۔ اگر ایسا کیا تو اس نے اہلِ خانہ کے ساتھ خیانت کیا۔

جھانکنے والے کی آنکھیں پھوڑدو

قصاص اسلام کا ایک جامع اور مستحکم دستور ہے جس کا مقصد ظلم و ستم کا انسداد اور جبر و استبداد کا خاتمہ ہے۔ جس کیلئے آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، اور جان کے بدلے جان، قصاص میں واجب قرار دیا گیا۔ مگر پردہ اور تزکیہ ٔ معاشرہ کی اہمیت کا اندازہ تو لگائیے کہ بے حیائی و بے پردگی کے سدِّباب کیلئے یہ حکم دیا گیا کہ بغیر اجازت جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑدی جائے تو قصاص نہیں۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنھم فقد حل لھم ان یفقئوا عینہٗ (صحیح المسلم،۲/۲۱۲)

کسی نے اگر کسی کے گھر میں بے اجازت جھانک لیا تو ان کیلئے اس کی آنکھ پھوڑنا جائز ہے۔

دوسری حدیث میں ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:۔

ایما رجل کشف سترا فادخل بصرہٗ قبل ان یوذن فقد اتیٰ حذا لا یحل ان یاتیہٖ ولو ان رجلا فقا عینہٗ لھدرت (فتاویٰ رضویہ، نصف اوّل،۱۰/۷۴)

جو شخص قبلِ اجازت پردہ اٹھا کر دیکھے وہ ایسی ممنوع بات کا مرتکب ہوا جو اسے جائز نہ تھی اور اگر کوئی اس کی آنکھ پھوڑدے تو قصاص نہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

من اطلع فی دار قوم بغیر اذنھم ففقئوا عینہ فقد ھدرت عینہٗ (سنن ابوداؤد،۲/۳۵۶)

کسی نے بے اجازت کسی کے گھر میں جھانک لیا اور ان لوگوں نے اس کی آنکھ پھوڑدی تو اس کا قصاص باطل ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں پردے کی اہمیت و ضرورت قصاص سے بدرجہا ارفع و اعلیٰ ہے، قصاص کا مقصد ظلم و ستم کا خاتمہ کرکے ایک معتدل معاشرہ پیدا کرنا ہے۔ جبکہ پردہ فحاشی و بدکاری کے جراثیمِ بد کی بیخ کنی اور عِفّت و عصمت کی محافظت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جان دے کر بھی اگر عزت و عظمت اور عفت و عصمت کا تحفظ ہوجائے تو انسان اس سے بھی دریغ نہیں کرتا۔

غیروں سے تنہائی

جب دو صنفِ مخالف یکجا ہوں، ہر ایک کیلئے دوسرے میں جذب و کشش کا عنصر موجود ہو اور کوئی تیسرا موجود نہیں یا کسی کے آنے کا اندیشہ بھی نہیں۔ ایسے مقامات پر گرچہ وہی دو نظر آتے ہیں تاہم ایک تیسرا بھی ان کے درمیان موجود رہتا ہے جو دونوں کے رگ و پے میں گردش کرتا اور جذبات و خیالات کو ابھارتا رہتا ہے اور انجام کار انہیں شرم سے دور کر کے ایک دوسرے سے بے تکلف کر دیتا ہے اور وہ تیسرا شیطان ہے۔ اسی لئے اجنبیوں کی خلوت و تنہائی سے ممانعت فرمائی گئی اور قلب و نظر کی طہارت کیلئے اس کا بھی حکم دیا گیا کہ اگر کوئی ضروری سامان بھی خواتین سے طلب کرنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ

اور جب تم ان سے برتنے کا کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ احتیاط تمہارے اور ان کے دلوں کی طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ (پ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۵۳)

رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان ارشاداتِ عالیہ میں بھی تزکیۂ نفس اور اصلاح معاشرہ کا عنصر کارفرما ہے:۔

ایاکم والدخول علی النساء، فقال رجل یا رسول اللہ ! ارأیت الحمو، فقال الحمو الموت

عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ! جیٹھ دیور کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، جیٹھ دیور تو موت ہیں۔ (مشکوۃ، ۲۶۸)

الا لا یبیتن رجل عند امرأۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم (مشکوۃ، ۲۶۹)

خبردار! کسی بے شوہر عورت کے پاس شوہر یا محرم کے سوا کوئی رات نہ گذرے۔

الا لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھا الشیطان (مشکوۃ، ۲۶۹)

کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو ضرور وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

لا تلجوا المغیبات فان الشیطان یجري من احدکم مجري الدم (مشکوۃ، ۲۶۹)

جن عورتوں کے شوہر گھر پر نہ ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کہ شیطان خون کی طرح تمہاری رگوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔

لا یخلون احدکم بامراۃ الا مع ذی محرم (ریاض الصالحین، ۶۲۴)

کسی محرم کے بغیر کسی اجنبی عورت سے کوئی تنہا نہ ملے۔

یہ وہ ارشاداتِ عالیہ ہیں جن میں انسانوں کی نفسیات پر گفتگو کی گئی ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کیلئے اپنے اندر کشش رکھتے ہیں اور اس پر طرفہ یہ کہ شیطان ان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے، تنہائی کا موقع ملا نفس نے سرکشی کی، شیطان نے جذبات کو ابھارا۔ ایک دوسرے سے قربت بھڑتی اور بڑھتی چلی گئی۔ پھر وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جو نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی لئے اس خلوت و تنہائی کی سختی سے ممانعت فرمادی گئی، خصوصاً شوہر کے قرابت دار مثلاً دیور جیٹھ کو رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "موت" فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ دیگر اجنبیوں کی نسبت انھیں تنہائی کے مواقع زیادہ میسر ہوسکتے ہیں۔ پھر ان سے وہ جھجک اور حجاب بھی نہیں رہتا، حالانکہ انھیں سے زیادہ احتیاط اور پردہ کی ضرورت ہے۔

مگر آج کے معاشرہ کا سرسری جائزہ لیا جائے تو دیور بھابی کے تعلقات اتنے گہرے ملیں گے کہ الامان والحفیظ! ہنسی، مذاق، کھیل کود کچھ بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ ایک دوسرے کا حق سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی اس کھلی آزادی سے نہ جانے کیا کیا گل کھلتے ہیں کتنی عصمتیں لٹتی ہیں۔ جہاں تک ہنسی مذاق کا تعلق ہے عورتوں کو صرف اپنے شوہر اور اپنی سہیلیوں سے روا ہے۔ ان کے سوا کسی غیر محرم کے ساتھ کھلی آزادی دے دینا اپنی عزت آپ برباد کرنا ہے۔ اس کے سدِّ باب کیلئے اپنے گھر میں دوستوں اور اجنبیوں کی آمد و رفت پر کڑی نظر رکھنی ہوگی اپنے احباب کی محبت اپنی ذات تک محدود رکھنی ہوگی نہ کہ اپنے گھر کی عورتوں سے ان کی دوستی کروادیجئے۔ ورنہ

ع   اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گا گِر کے اگر چور ہوگیا

عورتوں کا گھروں سے نکلنا

مسجدوں سے ممانعت

زمانۂ اقدس میں آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد بھی عورتوں کو مسجد اور عید گاہ آنے جانے کی اجازت تھی۔ بلکہ مسجدوں سے روکنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ بعض صحابہ نے جب اپنی بیویوں کو روکا اور انہوں نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا:۔

لا تمنعوا اماء اللہ من مساجد اللہ (صحیح المسلم،۱/۱۸۳)

اللہ کی بندیوں کو اللہ کے گھروں سے مت روکو!

اور عیدین میں حیض والیوں کو بھی لانے کا حکم دیا گیا اگرچہ وہ کنارے بیٹھیں۔ پردہ نشین دوشیزاؤں کو بھی اور ان عورتوں کو بھی حاضر ہونے کی تاکید کی جن کے پاس پردہ کیلئے چادر نہ ہو اور دوسری عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی چادر کا ایک حصہ اسے بھی اڑھالیں، تاکہ یہ سب دعا میں شریک ہو جائیں جیسا کہ صحیحین میں امّ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نخرجھن فی الفطر والاضحیٰ العواتق والحیض وذوات الخدور ، فاما الحیض فیعتزلن الصلوٰۃ ولیشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین ، قلت یا رسول اللہ ! احدانا لا یکون لھا جلباب ، قال : لتلبسھا اختھا من جلبابھا (صحیح المسلم،۱/۲۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ عیدین میں شریف عورتوں ، حیض والیوں اور پردہ نشینوں کو نکال لائیں، ہاں حیض والیاں مصلّے سے الگ رہیں تاکہ وہ بھی خیر اور دعائے مسلمین میں حاضر ہوں۔ مَیں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی ؟ آپ نے فرمایا، اس کے ساتھ والی اپنی چادر اڑھالے۔

غرضیکہ زمانۂ رسالت مآب نفوسِ قدسیہ کا زمانہ تھا لوگوں کے دلوں میں شریعت کی گہری چھاپ تھی۔ خوفِ خداوندی سے ان کے قلوب لرزاں وترساں رہتے، تزکیہ وطہارت اور محاسبۂ نفس ان کے رگ وپے میں بسے ہوئے تھے۔ شامتِ نفس کی وجہ سے اگر کوئی گناہ سرزد بھی ہو جاتا تو بارگاہِ اقدس میں آکر اس کا برملا اعتراف کرتے اور حد جاری کرنے کی گذارش کرتے۔ خواتینِ اسلام کی پابندیٔ شریعت کا یہ حال تھا کہ شریعت کے حکم کے خلاف چاہے وہ شوہر کا حکم کیوں نہ ہو وہ کبھی تسلیم نہ کرتیں۔ عفت وپاکدامنی، قلب ونگاہ کی پاکیزگی، شرم وحیا اور غیرت ان کیلئے سب سے بڑا سرمایہ تھی۔ مسجد سے روکنے کیلئے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندھیرے میں اپنی بیوی کے سر پر ہاتھ مارا اور پھر چھپ گئے۔ ان کی بیوی عاتکہ نے کہا: اِنَّ لِلّٰہِ، لوگوں میں فساد آگیا، یہ کہہ کر گھر لوٹ آئیں اور پھر ان کا جنازہ ہی نکلا۔ (جمل النور فی نہی النساء عن زیارت القبور)

زمانۂ رسالت ہی کی طرح زمانہ صدیقی میں بھی عورتوں کو اجازت تھی کہ وہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتیں عورتوں کی صفیں سب سے آخر میں ہوتیں۔ اقامت ہوتی عورتیں مسجد میں پہنچ جاتیں۔ سب آخری صف میں نماز ادا کرتیں اور سلام پھیرتے ہی گھر واپس آجاتیں نہ مردوں سے مخالطت کا وقت ملتا نہ اس کی گنجائش ہوتی۔ راستے میں چلنے میں عورتوں کو کنارے چلنے کا حکم تھا اور مردوں کو تاکید تھی کہ عورتوں کے درمیان نہ چلیں۔ غرض اس متبرک دور میں جب عورتیں باجماعت مسجدوں میں نمازیں پڑھا کرتیں اس بات کا پورا خیال رکھا جاتا کہ مرد و عورت خلط ملط نہ ہوں۔

مگر جب عہدِ فاروقی آیا تو لوگوں میں نفسانیت اور فتنہ و فساد آگیا، ان میں وہ پاکیزگی باقی نہیں رہی جو زمانۂ رسالت اور زمانۂ صدیقی میں تھی۔ قلب و نظر کی چوری پکڑی جانے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیا۔ عورتوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی شکایت کی کہ زمانۂ اقدس میں ہمیں مسجدوں سے نہیں روکا گیا تو عمر کو روکنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ حضرت صدیقہ نے جواب دیا کہ

لو ادرك رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر ان باتوں کو پاتے جو عورتوں میں پیدا ہو گئی ہے تو انہیں وہ بھی مسجدوں سے روک دیئے ہوتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔ (صحیح البخاری)

اس کے بعد تابعین کے ہی زمانے سے ائمہ نے عورتوں کو مسجدوں وجماعتوں سے منع فرمانا شروع کیا۔ پہلے جوان عورتوں کو، پھر بوڑھیوں کو، پہلے صرف دن میں روکا پھر رات میں بھی ممانعت فرمادی گئی۔

وہ زمانہ مبارکہ جنہیں خیر القرون کہا گیا، جس میں صحابہ و صحابیات، تابعین اور صالحین و صالحات کا وجودِ مسعود تھا۔ جب اس زمانے کے متعلق یہ حکم حضرت عائشہ نے دیا کہ اب عورتوں میں فساد آگیا۔ ائمہ نے مسجد جانے سے ممانعت فرمادی، کن کو؟ صحابیات کو، صالحات کو، وہ بھی فرض نماز اور جماعت میں شرکت سے جس کی تاکید احادیث میں فرمائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد سے روکنے سے منع فرمایا پھر بھی فسادِ زمانہ کی وجہ سے حضرت عمر فاروق، حضرت عائشہ صدیقہ بلکہ جمہور صحابہ و تابعین ائمہ مجتہدین نے مسجد جانے سے روک دیا۔ حالانکہ آخری وقت میں آخری صف میں نماز پڑھ کر سلام پھیرتے ہی مکمل احتیاط و پردہ کے ساتھ گھر چلا آنا کتنا پاکیزہ کام تھا۔ مگر اس کی بھی اجازت نہیں دی گئی تو اس زمانہ میں جبکہ ننانوے فیصد عورتوں اور مردوں میں فساد آگیا۔ ہر نظر ہوس سے پُر، ہر دل گناہ کی آماجگاہ، اسے بگڑے ماحول میں عورتوں کا گھروں سے بازاروں، دفتروں، کلبوں، مجلسوں، جلسوں، شادی کی محفلوں، میلوں اور عرسوں میں ہزار طرح سے بن سنور کر جانا بھلا شریعت اس کی اجازت کیسے دے سکتی ہے۔ وہ عورتیں گنہگار۔ اگر مرد راضی ہیں تو ان کے مرد مستحق نار اور ایسے مرد و عورت تو انسانی معاشرہ اور دھرتی پر بار ہیں۔

حالانکہ شریعت نے اسی زمانے سے بلا ضرورت عورتوں کو گھروں سے نکلنے، اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے، زینت کے اظہار، حسن و جمال کی نمائش اور دلفریب اداؤں کی تشہیر، زیوروں کی جھنکار اور خوشبوؤں کی پھوہار سے ممانعت فرمادی تھی اور گھر کی چار دیواری میں خانگی ذمہ داریوں کو نبھانے آل و اولاد کی تربیت و پرداخت اور اپنی عِفّت و عصمت کی حفاظت کا حکم دیا۔ آوارہ گردی اور بے راہ روی اور بازاری عورتوں کی طرز روش سے باز رہنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں یہ ارشاد فرمایا گیا:۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (پ۲۲۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳)

اپنے گھروں میں رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرو۔

یونہی مردوں کو حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو کامل ستر و حجاب عطا کرو اور ان کی ہر ضرورت کو گھر میں مہیا کردو اور انہیں کسی غیر شرعی و طبعی ضرورت سے گھروں سے نہ نکالو۔ تو بھلا جو لوگ اپنی عورتوں سے کَسب (کمائی) کراتے ہیں نوکری کراتے ہیں ان بے غیرتوں کا کیا حشر ہوگا۔ قرآن میں حکم دیا گیا:۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ (پ۲۸۔ سورۃ الطلاق: ۱)

عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔

سیاسی و معاشی میدان میں عورتوں کی مساوات کی بات کرنا بلکہ یہ دلیل دینا کہ عورتوں کو بھی حق ہے کہ وہ معاشی استحکام کی جدوجہد کریں۔ اس طرح کی باتیں اس وقت قابلِ قبول ہوتیں جب عورتوں پر اہلِ خانہ کے اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی۔ یہاں تو معاملہ اس کے برعکس ہے بلکہ خود عورتوں کی ساری ضروریات کی تکمیل، مردوں کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ عورتوں پر یہ بھی واجب [1] نہیں کہ وہ کھانا بنا کر شوہروں کو دیں بلکہ شوہر پر ضروری ہے کہ بیوی کیلئے بنا بنایا کھانے کا انتظام کرے ان مراعات کے باوجود بھی اگر نافہم حضرات خواتین کو ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا کرنے کیلئے گھروں سے کھینچ کر باہر کرنا ضروری تصور کرتے ہیں تو یہ کوشش قانونِ فطرت سے بغاوت ہے۔ بلکہ اصلاح، معاشرہ اور عالمی امن و سکون کی کھلی مخالفت کرنی ہے۔ آج جن اِداروں میں خواتین کو نمائندگی ملی ہے وہاں دفتروں سے لے کر کارخانوں تک کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کام سے زیادہ تفریح اور عیاشی میں وقت صَرف ہوتا ہے، اسکولوں میں تعلیم و تعلّم کا فقدان ہوتا جارہا ہے۔

---

[1] یہ حکم قضاءً ہے۔ دیانۃً عورتوں کو اس ذمہ داری کو نبھانا ضروری ہے۔ (البریقہ، ۱۳۱۷)

البتہ قلب و نظر کی تسکین اور مجلسوں کو گرم کرنے کا سامان ضرور فراہم کیا جاتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ناز و ادا کا مجسمہ، عورت گھر سے نکلے گی ہزار دلفریبیوں کے ساتھ لباس و آرائش کا اعلیٰ اہتمام ہوگا پھر نگاہیں تو اُٹھیں گی۔ اور کوچہ و بازار، دفاتر و تعلیم گاہ ہر جگہ اپنی دلفریب مسکراہٹوں کی نمائش ضرور کرے گی اور اس کی جانب سے نہ بھی ہو تو شیطان لعین ہر نکلنے والی عورت کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ عورت نکلی شیطان نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ہزار جلوہ سامانیاں اس میں نظر آئیں کسی کی نگاہ بھٹکی کسی کا دل بہکا، کسی کے قدم لڑکھڑائے، عورت خود اگر نیک ہے مگر کیا ضروری کہ اس پر ہوس ناک نگاہیں ڈالنے والے پارسا ہوں۔ عورت شیطان کا ایک تیر بہ ہدف ہتھیار ہے اور شیطان انسان کے بدن میں ایسے گردش کرتا ہے جیسے خون کے قطرے۔ اسے انسان کو بہکانے میں دیر نہیں لگتی۔ احادیثِ کریمہ میں بار بار اس طرح کی تاکید آئیں۔

فان الشیطان یجری من احد کم مجری الدم (مشکوٰۃ المصابیح، ۲۶۹)

بے شک شیطان خون کی طرح تمہارے جسم میں دوڑتا ہے۔

عورت جب گھر سے نکلتی ہے فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، شیطان اس کی چال میں ناز و انداز، اور سراپا کو دلکش بنا دیتا ہے کہ نگاہیں بے تابانہ اس کی سمت اُٹھ جاتی ہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

المرأۃ عورۃ، فاذا خرجت استشرفها الشیطان (ایضاً)

عورت مکمل شرمگاہ ہے جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:۔

ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان، و تدبر فی صورۃ شیطان (طیبی علی ہامش مشکوٰۃ)

عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

یعنی اس کا آنا جانا آوارہ نگاہی کا سبب ہے جیسے شیطان شر و وسواس کا باعث ہے۔ علامہ صاوی نے ایک حدیث نقل کی ہے:

اذا اقبلت المرءۃ جلس ابلیس علیٰ رأسها فزینها لمن ینظر،

واذا اذ برت جلس علیٰ عجیز تها فزینها لمن ینظر (الصاوی علی الجلالین، ۱۲۸/۳)

جب عورت سامنے آتی ہے تو ابلیس اس کے سر پر بیٹھتا ہے اور دیکھنے والے کیلئے اسے خوبصورت بنا دیتا ہے

اور جب واپس جاتی ہے تو اس کے سُرین پر بیٹھتا ہے اور دیکھنے والے کیلئے اس میں کشش پیدا کرتا ہے۔

عورت کب گھر سے نکل سکتی ہے

اسلام نے اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں طہارت وپاکیزگی اور اصلاح کیلئے عورتوں کی بے پردگی اور گھروں سے نکلنے پر پابندی عائد کی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں قید و بند کی صعوبتوں میں گرفتار کر کے شرعی اور طبعی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے بھی گھر سے نکلنے کے حق کو سلب کرلیا ہے۔ اسلام بے جاشدت اور سختی کا مخالف ہے۔ اس میں ہر ایک کے جائز حقوق کی پاسداری کی گئی ہے، عورتوں کو بھی بعض حالات میں گھروں سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے مگر اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی ہر ضرورت کی تکمیل شرعی حدود میں رہ کر کریں، ایسا نہیں کہ ان اوقات میں ان کو ستر و حجاب اور دیگر ممنوعات سے آزاد کردیا گیا ہے چنانچہ ائمہ و مجتہدین نے ان صورتوں کی تفصیل یوں بیان کی ہے:۔

شوہر اپنی بیوی کو سات مقامات پر جانے کی اجازت دے سکتا ہے:

(۱) ماں باپ کی ملاقات (۲) اُن کی عیادت (۳) ان کی تعزیت (۴) محارم کی ملاقات (۵) اگر دایہ ہو (۶) مُردہ نہلانے والی ہو (۷) یا اس کا کسی دوسرے پر حق آتا ہو یا دوسرے کا حق اس پر ہو تو ان صورتوں میں اجازت لے کر اور بلا اجازت بھی نکلے گی۔ حج بھی اسی حکم میں ہے، ان صورتوں کے علاوہ اجنبیوں کی ملاقات ان کی عیادت اور دعوتِ ولیمہ کیلئے شوہر اجازت نہ دے۔ اگر اجازت دی اور عورت وہاں گئی تو مرد و عورت دونوں گنہگار ہوں گے۔ (جمل النور فی نہی النساء عن زیارت القبور، ۴۶۔۴۷)

اس عبارت پر تشریحی نوٹ لکھتے ہوئے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد احمد مصباحی (شیخ الادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) نے کتنی اچھی بات لکھی ہے:۔

یہ عبارت اور یہ سات مقامات یاد رکھنے کے ہیں۔ مردوں نے عورتوں کو آنے جانے کے معاملے میں جتنی زیادہ چھوٹ دے رکھی ہے اس کا شریعت میں کہیں پتا نہیں۔ انہیں اپنی ماتحت عورتوں کے بارے میں اتنی خوش فہمی رہتی ہے کہ جہاں کسی عورت نے عرس یا کسی اجتماع، کسی شادی، کسی جلسے میں شرکت، کسی غیر محرم قرابت دار یا کسی دوست کے یہاں حاضری کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے اجازت دے دی، یا اتنے سے نہیں تو ضد اور اِصرار کے بعد تو ضرور تابع فرمان ہوئے۔

لوگ راہوں اور غیر محرموں کے گھروں میں عورتوں کی بے پردگی، نامحرموں سے آنکھیں ملا کر گفتگو کرنا یا کم از کم اجنبیوں وہ بھی فاسقوں فاجروں بلکہ کافروں، شاطروں، خداناترسوں کی نظر پڑنے کا تماشہ خود دیکھتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں کیلئے اسے سخت ناپسند بھی کرتے ہیں اور واقعی حمیتِ اسلامی کا تقاضا یہی ہونا چاہئے۔ مگر خود بھی تو اجازت دیتے وقت انجام پر غور کرلینا چاہئے۔

یہ اور بات ہے کہ مولائے کریم کی جانب سے حفاظت ہوجائے اور اصل فتنے کا وقوع نہ ہو۔

مگر بتایئے! کیا شریعت نے عورتوں کو نا محرموں، اجنبیوں کے سامنے اس بے پردگی کی کہیں اجازت دی ہے؟ صحابہ و تابعین تو اپنی پارسا، نمازی، متقی اور خدا ترس عورتوں کیلئے وہ پابندیاں رکھیں اور اب یہ آزادیاں دی جائیں۔ دونوں حالتوں اور نظریوں میں کتنا فرق ہے؟ اب تو پہلے سے زیادہ پابندی کی ضرورت ہے۔ اللہ ہدایت دے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین (جمل النور فی نہی النساء عن زیارت القبور (حاشیہ)، ۴۷۔۴۸)

زیوروں کی جھنکار

یہ امر مسلم ہے کہ خواتین کو تزئین و آرائش کیلئے سونے چاندی کے زیورات کے استعمال کی اجازت دی گئی بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بقول بے زیور رہنا ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ حتی کہ اگر کچھ نہ ہو تو کم از کم ایک دھاگہ ہی گلے میں ڈال لے۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم) بلکہ اندرون خانہ قابلِ نکاح دوشیزاؤں کو زیوروں سے آراستہ رکھنے کی تاکید کی گئی تاکہ رشتے برغبت آئیں۔ (فتاویٰ رضویہ، دہم) بلکہ تزئین و آرائش نہ کرکے پھوہڑ بنے رہنا تعزیر کا سبب قرار دیا گیا کہ شوہر اس پر بازپرس کر سکتا ہے۔ مگر ان تمام زیب و زینت کا مقصدِ واحد یہ ہے کہ شوہر کا التفات دوسری کی جانب نہ ہو۔ عورت ہر طرح سے شوہر کو بہلاتی رہے۔ المختصر یہ کہ لباس و انداز، زیورات و سنگھار ہر چیز کی اجازت اسی حد تک ہے کہ شوہر کیلئے ہو، پردے میں ہو، مگر اجنبیوں میں اس کا اظہار آمد و رفت میں پاؤں زمین پر مارتے ہوئے چلنا جس سے زیوروں کی جھنکار اجنبی کانوں تک پہنچے، اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:۔

وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِهِنَّ ؕ (پ۱۸۔ سورۃ النور: ۳۱)

اور اپنا پاؤں زمین پر نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگھار معلوم ہو۔

سنن ابوداؤد اور نسائی میں ابن مسعود کی روایت جس میں دس بری خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں یہ بھی ہے:۔

والتبرج بالزینة بغیر محلها (مشکوٰۃ المصابیح، ۳۷۸)

غیر محل میں زینت کا اظہار بُری عادت ہے۔

سنن ابوداؤد ہی میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ان کی ایک باندی زبیر کی ایک لڑکی کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئی۔ اس بچی کے پیروں میں گھنگھرو بندھے ہوئے تھے، حضرت عمر نے اسے کاٹ کر الگ کر دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ "مَعَ کُلِّ جَرَسٍ شَیۡطٰنٌ" (سنن ابوداؤد، ۲/۳۲۹) (ہر گھنگھرو کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے) اور وہ شیطان گھنگھرو کی آواز میں ایسی کشش پیدا کرتا ہے کہ اس جھنکار کی طرف نگاہیں اُٹھ جاتی ہیں۔ اور دل میں ہنگامہ برپا ہونے لگتا ہے۔ پھر شیطان آگے کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن حیان انصاری کی باندی بُنانہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک بچی لائی گئی جو گھنگھرو پہنے ہوئے تھی، جس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ گھنگھرو کاٹ ڈالو پھر میرے پاس لانا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے ہیں:۔

لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس (سنن ابوداؤد، ۲/۲۳۰)

جس گھر میں گھنگھرو ہو رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

یہ تو صحابہ و صحابیات اور اُمہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل ہے مگر ہمارا عمل یہ ہے کہ ہماری عورتیں گھروں میں کیا، گلیوں، کوچوں، بازاروں، عرسوں، شادی کی محفلوں اور دیگر تقریبات میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنے زیورات جھنکاتی پھرتی ہیں اور ہم تماشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ خدا ان مردوں اور عورتوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ شیطان کے اس ہتھیار سے بچنے کی توفیق دے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ گھنگھرو کے متعلق آپ نے فرمایا: "مِزمارُ الشَّیطٰن" (کہ وہ شیطان کی بانسری ہے) (مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۳۷۹) شیطان کی بانسری بجے گی تو نفس کی سرکشی دوبالا ہو گی (خدا کی پناہ!) اسی لئے شریعتِ مطہرہ نے ایسے زیورات کی ممانعت فرمادی تا کہ شیطانی آواز جذبات کو برانگیختہ نہ کریں۔

خوشبو لگاکر نکلنا

خوشبو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے۔ خوشبو کا استعمال سنتِ رسول ہے۔ عورتوں کو تو بطور کیلئے خوشبوؤں کی بھی اجازت دی گئی۔ مگر جب کسی طبعی یا شرعی ضرورت سے نکلنا ہو تو اس وقت اس کی ممانعت آئی ہے۔ چونکہ خوشبو ایسی چیز ہے جو دل و دماغ میں مستی و سرور پیدا کر دیتی ہے اور خوشبو والی چیز کی طرف دل کا میلان بڑھ جاتا ہے اور اس کے حصول و طلب کی خواہش میں دل میں انگڑائیاں لینے لگتی ہے جس طرح کوئی شخص کسی باغ میں پہنچتا ہے، رنگا رنگ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبوئیں اس کے دل و دماغ کو اس قدر معطر و مخمور کر دیتی ہیں کہ ان خوشبودار پھولوں کو شاخوں سے جدا کر کے اپنے گھر کی زینت بنانے کی خواہش دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور دو ایک پھول لئے بغیر گلشن سے نہیں نکلتا۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

چوں یا بدبوئے گل خواہد کہ بیند

چوں بیند روئے گل خواہد کہ چیند

پھر بھلا اس انسانی فطرت کے باوجود شریعت اس کی اجازت کب دے سکتی ہے کہ عورت کوچہ و بازار اور مجلس و ماحول کو معطر کرتی پھرے اور فساق و فجار کو فتنہ و فساد برپا کرنے کا موقع ہاتھ آئے۔ اغوا اور زنا کی وارداتیں منظر عام پر آئیں۔ وہ اجنبی لوگ جن کے سامنے بے پردہ آنا جانا تو درکنار نرم لہجہ میں بات کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا، چنانچہ زمانۂ رسالت مآب میں جبکہ عورتوں کو باجماعت مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت تھی۔ آپ نے خوشبو لگا کر آنے والی عورتوں کو سخت تنبیہ فرمائی کہ جا کر غسل کر کے آئیں۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف کی روایت، عبداللہ بن مسعود راوی ہیں:۔

اذا شهدن احد لكن المسجد فلا تمس طيبا (صحیح المسلم،۱/۱۸۳)

جب تم میں سے کوئی عورت مسجد آئے تو خوشبو نہ لگائے۔

دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:۔

ايما امراة اصابت بخورا فلا تشهد معنا العشآء الأخرة (ایضا)

جو عورت خوشبو لگائے ہو، وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے:۔

لا تقبل صلوٰة امراة تطيب للمسجد حتى تغتسل غسلها من الجنابة (مشکوٰۃ المصابیح،۱/۹۶)

جو عورت مسجد جانے کیلئے خوشبو لگاتی ہے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ غسلِ جنابت کی طرح غسل نہ کر لے۔

امام ترمذی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

كل عين زانية وان المرءة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهى كذا و كذا يعنى زانية

ہر (شہوت سے غیر کو دیکھنے والی) آنکھ زانی ہے۔ بے شک عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گذرے تو وہ زانیہ ہے۔ (مشکوۃ المصابیح،۱/۹۶)

الغرض عورتوں کی جس قدر تزئین و آرائش، خوشبو و سنگھار کی اجازت ہے وہ فقط شوہر کیلئے پردے کے اندر ہے۔ غیر محل میں اظہارِ زینت کا کوئی جواز ہرگز نہیں۔ عورت اپنی زینت و آرائش کی ہر جگہ بے محابا نمائش کرتی پھرے اور فساد معاشرہ کا سبب بنے۔ کوئی ذی ہوش اور ادنیٰ عقل و شعور رکھنے والا اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مسجد و جماعت اور نمازِ عید وغیرہ میں جانے کیلئے ان پاکباز و پارسا نمازی و متقی خواتین کیلئے یہ پابندیاں رکھیں اور وہ بھی صحابہ کے اجتماع میں جن کے تقویٰ و طہارت کی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور آج کل اس قدر آزادی اپنی بہو بیٹیوں اور بیویوں کو دی جائے کہ بازاروں، شادی کی محفلوں، میلوں ٹھیلوں میں ہر طرح کے فیشن، خوشبو اور عطریات لگا کر جائیں جہاں اکثر اوباشوں سے ان کا سابقہ پڑتا ہے۔ کس قدر بے حیائی و بے غیرتی ہے۔ اب تو زیادہ احتیاط اور پابندی کی ضرورت ہے۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجا ست تابکجا

آئینے کو فضا میں اُچھالا نہ کیجئے
کیا کیجئے گا گِر کے اگر چور ہو گیا

اسکولوں میں لڑکیوں کی تعلیم پر ایک نظر

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت!

تعلیم انسانی زندگی کے ہر شعبہ کیلئے ایک لازمی امر ہے۔ تعلیم ایسا آبِ حیات ہے جو روحانی شریانوں میں سرایت کرکے اخلاق وکردار افعال واعمال کی تربیت وتزئین کرتا ہے اور شخصی واجتماعی زندگی کی بالیدگی اور اس میں بہار لانے کی بے مثال غذا ہے، تو کیا خواتین زیور علم سے آراستہ نہ ہوں، انہیں جہالت ونادانی کی گہری کھائیوں سے نہ نکالا جائے؟

تو اس پر میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ مذہبِ اسلام ہی وہ واحد ہمہ گیر مذہب ہے جس نے انسانوں کی اخلاقی و سماجی زندگی کی نکھار کیلئے بلا تفریق مرد وزن حصولِ علم کو فرض قرار دیا۔ اور علم و آگہی، شعور و دانائی سے آراستہ اور جہل و نادانی کی تاریکیوں میں گم لوگوں کے درمیان خط امتیاز کھینچا اور برملا یہ اعلان کیا:۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط (پ۲۳۔ سورۃ الزمر:۹)

کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں!

اور زندگی کے مختلف شعبوں میں درپیش مسائل سے آگاہ ہونے کیلئے علم کا سہارا لینے کا حکم دیا گیا۔ جس نے بھی ایمان کی دولتِ بے بہا سے اپنا خزانۂ دل بھر لیا ہے اسے ضروری ہے ایمان کے تقاضوں کی تکمیل کیلئے اتنا علم شریعت کا حاصل کرے جس سے اپنی زندگی کو سنوار سکے۔ عبادات و معاملات، حقوق اللہ اور حقوق العباد، ذات و صفاتِ الٰہیہ اور جملہ اُمور اعتقادیہ کی معتدبہ آگاہی حاصل کرلے۔ چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم (مشکوٰۃ المصابیح، ۳۴)

علمِ دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اور علمِ دین، یہ ایسا اہم فریضہ ہے جس پر دیگر فرائض کی صحت و اصلاح بلکہ ایمان و اعتقاد کی سلامتی کا دار و مدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبِ اسلام نے والدین پر جہاں تربیتِ اولاد کیلئے دیگر امور حق ولد شمار کیا، وہیں ان پر یہ بھی واجب کیا ہے کہ اپنی اولاد کو علمِ دین سکھائیں۔ ان کیلئے اچھے، لائق، دیندار اساتذہ کا انتخاب کریں تاکہ نیک استاذ کی صحبت میں نیک، فرماں بردار اور شریعت کا پاسدار بن کر مستقبل میں خاندان ومعاشرہ کی خدمت کرسکے۔ خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم وتربیت میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ بچپن ہی سے عبادات، طہارات اور پردہ وحجاب کی تعلیم دے۔ اس کیلئے کسی نیک، دیندار، نمازی معلمہ کی خدمات حاصل کرے تاکہ اس کی اچھی صحبت کا اچھا اثر پڑے۔

غرض کہ تعلیم کی افادیت واہمیت کا بہر صورت خیال کیا گیا ہے مگر وہ تعلیم جس سے اخلاق سنورتے ہیں، انسان انسان رہ کر خدا کی معرفت حاصل کر سکے۔ اپنے ایمان واعتقاد کی شناخت کرے۔ زندگی کے ہر موڑ پر اپنے اخلاق کے شیشے سے ناکارہ پتھروں کو تراش کر نگینہ بنادے۔

مگر دورِ حاضرہ کی تعلیم خصوصاً تعلیمِ نسواں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ۹۵/ فیصد خواتین ایسی تعلیم سے یا تو یکسر محروم ہیں یا یہ تعلیم ان کی عملی زندگی میں مغلوب ہو کر رہ گئی ہے۔ بچیاں ابھی ہوش سنبھال بھی نہیں پاتیں کہ انہیں انگریزی تعلیم و تربیت کے حوالے کر دیا جاتا ہے جہاں انہیں عہد طفلی ہی سے انگریزی طرزِ زندگی اور انگریزی کلچر کا دلدادہ بنا دیا جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت، وضع قطع، کردار و عمل، ہر چیز میں اسلامی قوانین کی مخالفت کے جراثیم ڈالے جاتے ہیں۔ پھر آگے چل کر کسی اسکول میں داخل کر دی جاتی ہیں جہاں کے آزاد ماحول میں وہ بلوغ کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں۔ ایک تو بچپن سے اسلامی تعلیم و تربیت سے محروم رہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ طلبہ و طالبات کا مخلوط ماحول مل گیا جہاں کے آزاد ماحول میں کسی اختلاط و تعلق پر کوئی قدغن نہیں۔ عشق و محبت، نغمہ و سرور، فحش لٹریچرس، آزادانہ ماحول اور بے حیائی ان کی تعلیم کا مقصدِ اوّل بن جاتا ہے پھر تعلیم ایسی جس میں الحاد و لادینیت کے زہریلے جراثیم، ایمان واعتقاد کے خودرو پودے کو وبائی کیڑے کی طرح کھا جاتا ہے۔ ایک طرف تو عقیدہ و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے، تو دوسری طرف اخلاق و کردار کی وہ دُرگت بنتی ہے کہ شرم و حیا، عفت و عصمت کا جنازہ ہی نکل جاتا ہے۔

آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکولوں میں پڑھنے والی ساری لڑکیاں ایسی نہیں ہوتیں، بہت سی طالبات ایسی ہیں جو اسکول میں رہتے ہوئے بھی وہاں کی آزادی سے متاثر نہیں ہوتیں لہٰذا لڑکیوں کی اس تعلیم پر کیونکر پابندی عائد کر دی جائے۔ لہٰذا سب کو ایک رسی میں کیسے جکڑا جا سکتا ہے۔

تو میں اتنا عرض کروں کہ اوّلاً یہ تعلیم لازم و ضروری نہیں بلکہ ان پر اور انکے سرپرستوں پر تو یہ واجب تھا کہ دین کی تعلیم دلائیں جن کی انہیں سخت اور اہم ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں دست کاری، اُمورِ خانہ داری سکھائیں جس سے وہ پردہ میں رہ کر بھی معاشی اِستحکام میں مدد لے سکتی ہے اور اپنے مشترکہ خاندان کی بھی مدد کر سکتی ہے۔ مگر یہ تعلیم جن سے دنیا و آخرت کی ڈھیر ساری خرابیاں اور تباہیاں وابستہ ہیں ان میں عورتوں کو پھنسا کر ان کی نسوانی حیثیت کو مجروح کرنا ہے۔ وہ فقط اندرونِ خانہ کی ملکہ ہیں، خانہ داری کے علوم ہی ان کیلئے بہت ہیں، انہیں ڈاکٹر، انجینئر اور ٹیچر بنا کر اپنا حاکم بنانا ہے اور بچوں کو ماں کی ممتا سے محروم کرنا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اسلامی تعلیم کے حصول میں بھی انہیں اس چیز کا پابند بنایا گیا ہے کہ اسلامی پردہ وحجاب اور مذہبی اقتدار پامال نہ ہو نہ غیر محرموں کا سامنا ہو نہ ان سے تخلیہ۔ بلکہ اسلامی تعلیم بھی صاف اور ستھرے ماحول میں دیندار متقیہ عورت سے حاصل کرے۔ پھر اس کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے کہ دنیاوی غیر ضروری تعلیم کیلئے انہیں بے حجاب غیر محرموں کے بیچ بے تکلف کردیا جائے، جہاں فاسقوں اور اوباشوں کی نگاہوں کا شکار ہوں اور حیاء سوز تعلیم بے حیاؤں سے حاصل کریں۔ نہ راستے میں غیروں کی نگاہوں سے پردہ، نہ تعلیم گاہوں میں اس سے چھٹکارا۔ اگر وہ خود دل کی بری نہیں تو کیا ضرور کہ راہوں اور تعلیم گاہوں میں جن سے سابقہ پڑتا ہے ان کی نیتیں بھی غیر مشکوک ہوں بلکہ آئے دن مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اسکولی طالبات کے اعضائے جسم کی بلائیں لینے والے اوباش لفنگے طرح طرح سے راہوں حتی کہ درسگاہوں میں لڑکیوں کو چھیڑتے اور پریشان کرتے ہیں، پھر بھی ان لڑکیوں کو شرم آتی ہے نہ ان کے سرپرستوں کو غیرت۔ زِنا۔ اغوا، ناجائز حمل یہ اکثر دیکھنے اور سننے کو ملتے رہتے ہیں۔ پھر ایسے ماحول سے وہ لڑکیاں متاثر نہیں ہوسکتیں جو ناواقف ونادان یا آپ کے خیال میں سیدھی سادی اور پارسا ہیں۔ کہتے ہیں کہ

"تربوزہ دیکھ کے رنگ پکڑتا ہے"

حالاتِ زمانہ اور فساد عمل کی وجہ سے جب مسجد وجماعت اور عیدگاہ وجلسہ گاہ سے ممانعت کردی گئی جہاں فقط عبادت اور وعظ ونصیحت کا حصول ان کا مقصد تھا۔ صحابہ کرام نے پاکباز بیویوں کو مسجد وعیدگاہ سے منع فرمادیا کہ اب نظروں میں فساد آگیا۔ تو اس زمانہ کی خواتین اور لڑکیوں کیلئے کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ بے پردگی کے ساتھ ہزار بناؤ سنگھار کرکے اوباشوں کی نظروں سے گذرتی ہوئی اسکول اور کالج کے آزاد ماحول میں لڑکوں کے دوش بدوش نہ صرف کلاسوں میں بلکہ پارکوں اور تفریح گاہوں میں بے تکلفی کا مظاہرہ کریں۔ پھر عاشقانہ اشعار، فحش گانے گائیں اور ڈرامے ورقص جیسے دیگر پروگراموں میں حصہ لیں۔ کیا ان فحش عوامل ومحرکات سے ان نازک شیشوں کے اخلاق وکردار پر بُرا اثر نہیں پڑے گا۔

فتح مکہ کے موقع پر ایک صحابی جن کی آواز ترنم ریز تھی، حدی پڑھتے جارہے تھے، اس پر سرکارِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی اور عورتوں کے نازک دِلوں کو شیشوں سے تعبیر کیا کہ یہ سریلی آواز ان کے شیشہ دل کو کہیں چور نہ کردے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

رويدك انجشة رفقا بالقوارير

انجشہ شیشیوں پر نرمی کیلئے آہستہ۔۔۔۔۔

(جمل النور فی نہی النساء عن زیارت القبور، ٦)

غرض کہ اسلام نے اخلاق کردار، تقویٰ و طہارت کی حفاظت کیلئے عورتوں کو گفتگو میں نرمی اور لوچ، آوارہ نگاہی، زیوروں کی جھنکار اور بھڑکیلے خوشبوؤں سے منع فرمایا ہے۔ پھر بھلا اس آزادانہ روش، مخلوط تعلیم اور غیر اسلامی طرزِ زندگی کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے۔

مگر جو لوگ اسلامی تعلیمات اور خدائی احکام سے ناواقف و بے بہرہ اور دنیاوی عزّ و جاہ، تفاخر و ناموری اور نام نہاد ترقی کے خوشنما شیش محل کی تعمیر میں مصروف ہیں وہ اپنی ظاہری شہرت پر لڑکیوں کو ان کے فطری حقوق سے محروم کرکے ان کا نسوانی وقار، ان کی قدرتی حیا و عفت، پاکدامنی کو نیلام اور بلیک میل کررہے ہیں، بلکہ اپنی ملی اور سماجی زندگی کی موت کا سامان کررہے ہیں۔ مرحوم ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

یہ اسکول کی تعلیم ہی کا تو اثر ہے کہ مردوں کی گاڑھی کمائی کا ایک معتد بہ حصہ فیشن پرستی کی نذر ہو رہا ہے۔ لڑکیاں اپنے انداز و اطوار میں وہ طریقے اختیار کرتی ہیں کہ وہ سارے مردوں کی مرکز توجہ بن سکیں۔ یہ جدید تراش کے لباس ہزاروں طرح کے سنگھار کیا اس لئے ہیں کہ ان کے شوہر ان سے خوش ہیں۔ اگر ایسی بات ہوتی تو اپنے گھروں تک تزئین و آرائش اور عمدہ ملبوسات کو محدود رکھتیں۔ مگر مقصد تو یہ ہے کہ بازار میں کوئی عورت اس سے اچھے فیشن اور جدید سنگھار میں نہ ہو، ہر گزرنے والا مرد صرف اور صرف اسے ہی مرکز توجہ سمجھے۔ غرض کہ اس تہذیبِ نو اور انگریزی تعلیم کی متوالی خواتین کیلئے اگر اس دنیا میں ناقابلِ اعتنا ہے تو وہ اس کا شوہر ہے اس کے علاوہ سارے مرد اس کے مطمع نظر ہیں۔

یہ تعلیم لڑکیوں کو بہترین رقاصہ، ماڈرن طوائف، خوبصورت اداکارہ اور مسحور کُن مغنّیہ (گائیکار) تو بنا دیتی ہے۔ مگر ایک وفاشعار بیوی، شفیق ماں اور رحم دل پڑوسن یا پارسا خاتون نہیں بنا سکتی۔ پھر اس سے یہ اُمید کیسے کی جائے کہ دیندار، پاکباز اور صوم و صلوٰۃ کی پابند بنا دے ۔

گم ہو گیا مغرب کی سیہ بخت گھٹا میں
تہذیبِ حجازی کا درخشندہ ستارا

(بدر القادری)

خواتین کی فطری جذبۂ خود نمائی اور آوارہ نگاہی کے سدِّباب کیلئے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ "انہیں بالاخانوں پر نہ رکھو" کہ شیطان کو فتنہ وفساد کے دروازے کھولنے کا موقع نہ ملے۔

اسی طرح فتنہ کے سدِّباب کیلئے حکم دیا کہ "انہیں لکھنا نہ سکھاؤ" کہ یہ فتنے کا دروازہ ہے۔ حضرت لقمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ السلام نے ایک مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے دیکھا تو فرمایا: "لمن یصقل ھذا الصیف ؟" (یہ تلوار کس کیلئے تیز کی جارہی ہے؟)

(فتاویٰ رضویہ، دہم، نصف آخر ۱۲۹) چنانچہ فتاویٰ رضویہ، جلد دہم نصفِ آخر میں ہے کہ لڑکیوں کیلئے موجودہ طریقہ تعلیم خصوصاً اسکولوں میں کسی طرح خیر نہیں۔ بلکہ فتنوں کو ہوا دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (پ ۲۔ سورۃ البقرہ: ۲۱۷)

فتنہ قتل سے بڑا گناہ ہے۔

ہاں دینیات کی تعلیم جس سے دین و دنیا دونوں سنور سکتے ہیں فرض اہم ہے۔ بلکہ والدین پر ضروری ہے کہ اپنی بچیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرکے ایک مثالی خاتون بنائیں، دستکاری اور ہُنر بھی سکھائیں۔

تقریبات میں عورتوں کی شرکت

گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح اور روشن ہو چکی ہو گی کہ جلسہ وجلوس، شادی بیاہ، اعراسِ اولیاء اور دیگر تقریبات میں بھی خواتین کی شرکت شرعاً ممنوع ہے۔ مزید وضاحت اور اس کی شناعات کے تفصیلی علم کیلئے امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ رحمۃ والرضوان کے رسالہ "مروج النجا لخروج النساء" سے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کر رہا ہوں:۔

"اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال، خواہ نساء کے پاس، ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا کسی اور مندوب ومباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کیلئے جانا مطلقاً جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ مثلاً بے ستری نہ ہو، مجمع فساق نہ ہو، ممنوع شرعی تقریب نہ ہو، ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو، بے حیاء اور بے باک عورتوں کی صحبت، شیطانی گیت، سمدھنوں کی گالیاں، سنناسنانا، نامحرم دولہا کو دیکھنا دکھانا، رتجگے وغیر میں ڈھول وغیرہ نہ ہو۔

اجنبیوں کے یہاں جہاں کے مرد وزن سب اس کے نامحرم ہوں شادی، غمی، زیارت، عیادت، ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو خود بھی گنہگار ہو گا۔

محارم کے یہاں بھی (کتبِ معتمدہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام) شادیوں میں جانے سے ممانعت ہے۔ اگرچہ محارم کے ساتھ۔ علامہ طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفٰے رحمتی وعلامہ شامی نے اسی کا استظہار کیا اور حدیثِ عبد اللہ بن عمرو حدیث خولہ بنت النعمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مقتضٰی۔

احادیثِ ثلٰثہ میں ارشاد ہوا "عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں" حدیثِ اوّلین میں اس کی علت بیان فرمائی کہ جب وہ اِکٹھی ہوتی ہیں بے ہودہ باتیں کرتی ہیں، حدیثِ ثالث میں فرمایا کہ ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صَیقل گرنے لوہا تپایا، جب آگ ہو گیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا اجلادیا۔

عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل ودین سنگدل اور امر حق سے کم منفعل ہیں، لوہے سے تشبیہ دی گئیں اور نارِ شہوات وبے حیائی کہ ان میں مردوں سے سو حصہ زائد، مشتعل لوہار کی بھٹی، اور ان کا بے تکلف ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت۔ اب جو چنگاریاں اُڑیں گی دین، ناموس، حیاء، غیرت، اور جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی۔

سلمٰی پارسا ہے۔ ہاں پارسا ہے۔ وبارک اللہ! مگر جان برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں۔ ان سے گناہ نہیں ہو سکتا؟ کیا صحبت بد میں اثر نہیں؟ سرپرستوں سے جدا۔ خود سرو آزاد۔ ایک مکان میں جمع اور سرپرستوں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل۔

فَاِنَّمَا خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجَ

کج سے بنی کج ہی چلے گی۔

آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی۔ جسے عورت کی اصلاح کی پرواہ نہیں، یا زمانہ کے حالات سے آگاہ نہیں۔ اوّل ظالم کا تو نام نہ لیجئے۔ اور ثانی صالح سے گذارش کیجئے ؏

معذور دار مت، کہ تو اُورا نہ دیدۂ

مجمع زناں کی شناعات وہ ہیں کہ زبان پر لانا گوارا نہیں، چہ جائیکہ لکھی جائیں۔ جسے ان نازک شیشیوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ حاجاتِ شرعیہ وہی جس کی علمائے کرام نے استثنا فرمادی۔ غرض احادیثِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ مجمع نسائیں خیر واصلاح نہیں۔ آئندہ اختیار بدستِ مختار۔" ملخصاً (احکام شریعت، ۳/۸۵۔۲۸۱)

محفلِ وعظ میں عورتوں کی شرکت سے متعلق ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"اسی طرح اگر عادتِ نساء معلوم یا مظنون کہ بنام مجلسِ وعظ وذکرِ اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقتِ ذکر اپنی کھچڑیاں پکائیں۔ جیسا کہ غالبِ احوال زنانِ زمانہ۔ تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے، مگر بوجہ غیر ہے۔

اور انصاف کیجئے تو عورت کا بہ سترِ کامل وحفظِ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجدِ صلحا میں محارِم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں، توسیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا، جیسا غیر محلہ، غیر جگہ، بے معیتِ محرم، اجنبیوں کے گھر اور غیروں کے احاطے میں مجمع ناقصاتُ العقلِ وَالدِین کے ساتھ بے تکلف ہونا۔ مگر علماء نے حاضریٔ مسجد بلحاظِ زمانہ منع کر دیا۔ باآں کہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت کی ممانعت موجود۔ اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ "حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں، مصلّٰے سے الگ بیٹھیں، خیر ودعا مسلمین کی برکت لیں" تو یہ صورت اولیٰ بالمنع ہے۔

شرع مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیۃً اس کا سدِّ باب کرتی اور حلیہ و وسیلہ کے یکسر پر کترتی ہے۔ غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گذر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا: ”لا تسکنو ھن الغروف“ (عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو) یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے ہیں۔ شرعِ مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ و سلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو۔ یا خاص کسی جماعتِ نساء کو ناپاستنی بتاؤ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ”ان من الحزم السؤ الظن“ (بدگمانی بھی ایک احتیاط ہے)۔

صالح و طالح کسی کے منہ پر لکھا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہزار جگہ، خصوصاً اس زمنِ فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے۔ اور مطابق بھی ہو تو کیا صالحین و صالحات معصوم ہیں۔ زید کہتا ہے کہ، بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا۔ جانِ برادر علاجِ واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیے۔ گھڑا کنویں سے ہر بار سلامت نہیں جاتا۔ کھانے پینے وغیرہ کی صدہا صورتوں میں اطباء لکھتے ہیں ”یہ مضر ہے“۔ اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں، طبیعت کی قوت، ضد کی مقاومت، تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا۔ اس سے اس کا بے ضرر ہونا سمجھا جائے گا؟ خدا پناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی۔ اجنبیوں سے پردہ کا واجب کرنا اسی سدِّ فتنہ کیلئے ہے۔“ ملخصاً (احکام شریعت، ۳/۲۹_۲۸۸)

کسبِ معاش

عورت اگر بے شوہر ہے یا شوہر تو ہے مگر کسی کام کا نہیں۔ اس کی خبر گیری نہیں کرتا، دن کاٹنے کیلئے اپنے پاس بھی کچھ نہیں، نہ رشتہ دار کو اس کی توفیق ہوتی ہے نہ استطاعت ہے نہ ہی بیت المال کا انتظام ہے جس سے انہیں کچھ حاصل ہو سکے، نہ خود اپنے اندر دست کاری کی صلاحیت کہ گھر بیٹھے کچھ حاصل کر سکے نہ اپنے محارم کے یہاں کمانے کا کوئی ذریعہ، نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے شادی کی رغبت۔ ایسی صورت میں اجنبیوں کے یہاں نوکری جائز ہے مگر اس میں بھی ستر و تحفظِ عصمت اور جائز وسیلۂ رزق کی شرط ہے۔ حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو گھر آکر پورا کرلے ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جہاں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ہوں ورنہ جہاں کا مرد متقی و پرہیز گار ہو۔ ہاں اگر عورت ساٹھ ستر برس کی بد شکل بوڑھی ہے تو اسے خلوت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (احکام شریعت، ۳/۲۸۳)

کیونکہ اکثر لوگ نوکری اور کسبِ معاش کے نام پر مجبور عورتوں کی عصمت کا سودا کر لیتے ہیں۔ اور انہیں اپنے پیٹ کی آگ اور نابالغ اولاد کی خاطر سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ایسی نوکری اور ایسی دولت سے موت اچھی ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!

ایسی خواتین اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے دیندار گھروں کی جستجو کریں تا کہ دو وقت کی روٹی عزت کے ساتھ نصیب ہو۔

اس سے یہ بات روشن ہو گئی کہ اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے کی عورتیں جن کے شوہر خود اچھی دولت و ثروت کے مالک جن کے آباؤ اجداد اچھے عہدوں پر فائز ہوں ان کیلئے سروس اور نوکری ہرگز جائز نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ شریعتِ اسلامیہ نے خواتین کی عزت و آبرو ان کے نسوانی وقار اور خلقی حیثیت کے تحفظ و بقاء کیلئے چند شرعی و طبعی ضرورتوں کے علاوہ گھروں کے پُر سکون ماحول کو اسی وقت چھوڑنے کی اجازت دی ہے جب اُن کے پاس کوئی ذریعۂ معاش اور کوئی پرسانِ حال نہ ہو۔

محض فیشن پرستی اور اندھی تقلید میں اپنے نسوانی وقار کے خیال اور عزت و ناموس کی فکر کیے بغیر اسکولوں، آفسوں اور کارخانوں میں مردوں کی دوش بدوش نوکری کے نام مٹر گشتی کرنے کی اجازت وہی دے سکتا ہے جس کے دل میں اپنی اور اپنے خاندان کی عزت و عظمت اور عصمت و ناموس کا کچھ خیال نہ ہو اور غیرت و حیاء نام کی چیز اس کے دل سے رُخصت ہو چکی ہو۔ ورنہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمانی غیرت، مذہبی جوش اور انسانی حمیت ہو گی وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کر سکتا کہ ہمارے گھر کی خواتین سروس کے نام پر غیروں کی ہوس ناک نگاہوں کا شکار بنیں۔

یا ربّ دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

عورتوں کی نوکری سے متعلق ایک استفتاء اور اس کا جواب نذرِ قارئین کر رہا ہوں، جس سے مسئلے کی مزید وضاحت ہو جائے گی:۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید کی عورت بسبب ناداری کے ایک معتبر جگہ پر ملازم ہے اور زید اور اس کی عورت شریف القوم ہے۔ کپڑا اس طرح نہیں استعمال کیا جاتا کہ جس سے ستر کو نقصان پہنچے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز زید کے پیچھے نہیں پڑھنی چاہئے کہ اس کی عورت غیر محرم کے یہاں بے پردہ رہتی ہے۔ اگر زوجۂ زید ملازمت نہ کرے تو صرف تنخواہِ زید کافی بسر اوقات کو نہیں ہو سکتی ہے۔

جواب:۔ یہاں پانچ شرطیں ہیں:۔

(۱) کپڑے باریک نہ ہو جن سے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔

(۲) کپڑے تنگ و چست نہ ہو جو بدن کی ہیئات ظاہر کریں۔

(۳) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو۔

(۴) کبھی نامحرم کے ساتھ کسی خفیف دیر کیلئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔

(۵) اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ نہ ہو۔

یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حرج نہیں، اور ان میں ایک بھی کم ہے تو حرام ۔ پھر اگر زید اس پر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو ضرور اس پر الزام، ورنہ نہیں۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رضویہ، دہم آخر ۵۲۔۲۵۱)